نگارِ صادق
صادق دہلوی

نگارِ صادق

الحاج صوفی محمد یاسین خان صادق دہلوی
قادری ابوالعلائی چشتی جہانگیری حسنی

ناشر پاکستان

عبداللطیف خان صدیقی مسجد ارجن روڈ

گلی نمبر 41 مکان 9/16 اسلام پورہ لاہور

ناشر .... عبداللطیف خان

مطبع .... نیولائیٹ پریس لاہور

قیمت .... پچیس/25 روپے

اسٹاکسٹ

ماہنامہ تھرڈ آئی ویو پیسہ اخبار لاہور-2

صاحبِ دِل اور صاحبِ نسبت شاعر کا تعارف

شعرا کی طویل و عریض فہرست پر نظر ڈال جایئے انگلیوں پہ گنے چنے صاحبِ نسبت اور صاحبِ دِل شاعر ملیں گے، حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرِ فہرست رکھیئے پھر ایران تشریف لایئے ''ہست قرآں در زبانِ پہلوی'' فرمانے والی عظیم شخصیت ذہن و دماغ کے پردۂ دل پر خود بخود اُبھر آئیگی، حضرت شمس تبریزؒ، حضرتِ حافظؒ، حضرتِ سعدیؒ تک گنتی پوری کر کے مملکتِ ہند کے پایۂ تخت بائیس خواجگان کے آستانۂ پاک دِلی پر جبہ سا ہو کر تاریخ کے اوراق اُلٹیے تو حضرت امیر خسروؒ کا مقدس و نورانی چہرہ اپنی اولیت کا پرچم لہراتا نظر آئے گا اِس لطیف و نظیف عَلَم کے نیچے حضرت خواجہ میر دردؒ، حضرتِ خواجہ مظہر جانِ جاناںؒ حضرتِ مخمورؒ، حضرتِ صادق صاحبِ دِل اور صاحبِ نسبت شاعر لباسِ فقر اور روحانی عظمت و جلال کے ساتھ صاف نظر آئیں گے الحاج محمد یٰسین خاں صادق دہلوی علما، فقرا، صلحا، صوفیا کے علاوہ وزرا، رؤسا، ادبا، شعرا اور عوام کے جانے پہچانے اور مانے شاعر ہیں ان کا تعارف کوئی کیا کرائے گا وہ خود ہی ایسی متعارف شخصیت کے مالک ہیں کہ ان کی نسبت سے خلقِ خدا کو طرح طرح کے فوائد ایک عرصۂ دراز سے پہنچتے چلے آرہے ہیں جب وہ کارخانہ دار تھے تو اعزا و اقربا، و مساکین، یتیم و یسیر، اپنے بیگانے، دوست دشمن وغیرہ بلا تفریقِ مذہب و ملت سبھی استعانت و مدد فرمایا کرتے جب شعر و سخن کی دُنیا میں آئے تو باوجود کم علمی کے استادِ کامل حضرتِ مخمور دہلوی نے علمی شغف، ادبی ذوق اور شعری صلاحیتوں کو اُجالا اِس منزل سے جب آگے بڑھے تو شہنشاہِ روحانیت الحاج، صوفی شاہ محمد حسن صاحب قدس سرہٗ العزیز نے روحانی عظمت و جلال فقرانی جامۂ کمال سے متصف فرما کر خلق اللہ کی خدمت کے لئے متعین و مقرر فرمایا۔ اتنی بھٹیوں میں جل تپ کر محمد یٰسین خاں صاحب جو بچپن ہی کے صادق تھے دنیاوی کاروبار سے لے کر شعر و ادب تک شعر و ادب سے لے کر مسندِ فقرا تک مسندِ فقرا سے لے کر پیرانِ طریقت کی اس منزل تک نہایت ثابت قدمی، پامردی مستقل مزاجی کے ساتھ صدق و صفا کا جھنڈا لہراتے ہوئے آستانہ

صداقت پر صادق بن کر متمکن ہو گئے جہاں بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں صادق صاحب کو خلوت و جلوت میں دیکھنے والے حضرات گواہ ہیں کہ وہ جب جس وقت جس زمانے میں دیکھے گئے منفرد زمانہ رہے، عوام و خواص کے ہمدرد رہے اپنے بیگانوں کی خدمت کرتے رہے دوست دشمن سبکو دعائیں دیتے رہے ان پاکیزہ حالات میں علمی ذوق بڑھتا رہا، ادبی شوق پروان چڑھتا رہا شعری صلاحیت اجاگر ہوتی رہی، مذہب کی گھتی خلد آشیانی والدہ محترمہ محمود النساء صاحبہ اور والد محترم حاجی امیر خاں مرحوم نے ایسی پلائی کہ اولیاء، دادا حضرت عبدالغنی کی ولایت محمد نسیین خاں صادق دہلوی میں منتقل ہو کر رہی جسے حضرت خواجہ میر درد ثانی فضل الٰہی محمود دہلوی نے اُبھارا اور حضرت خواجہ پیرِ طریقت الحاج صوفی شاہ محمد حسن صاحب نے منتہائے مقصود تک پہنچا کر خواجگانِ پاک کے زمرہ میں داخل کر کے مسندِ رشد و ہدایت پر بٹھا دیا ہے یہی وجہ ہے کہ صادق صاحب فنا فی اللہ، فنا فی الرسول، فنا فی المرشد اور فنا فی الاستاد ہو کر شاعرِ خدا اور رسول سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرتِ غوث پاکؒ، حضرت مولانا روم، حضرت شمس تبریز، حضرتِ حافظؒ، حضرتِ سعدیؒ حضرت جامیؒ خواجہ غریب نوازؒ، حضرت امیر خسروؒ، حضرت خواجہ میر دردؒ، حضرت مظہر جان جاناںؒ حضرت خواجہ قطبؒ حضرت محبوب الٰہیؒ اور حضرت خضر علیہ السلام سے کسب نور اور فیض باطنی کا منزہ و مقدس سلسلہ رب العالمین نے ایسا جاری و ساری فرما دیا ہے کہ جس میں وہ کھو کر رہ گئے ہیں۔ صادق صاحب کے کلام میں صاحبانِ علم و فن اور شاعرانِ شعر و سخن مذکورہ بالا حضرات کے کلام اقوال، فرمودات اور تاثرات کو نمایاں پائیں گے اپنی بے بضاعتِ علمی کا اعتراف کرتے ہوئے نہایت عجز و انکسار کے ساتھ یہ عرض کر رہا ہوں کہ میرے عقل و شعور، فہم و ادراک اور تاثرات نے ایسا ہی محسوس کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صادق صاحب کے اقوال و کردار، لطف و کرم، مذہبی لگاؤ، خدائی خوف، رسولؐ سے محبت اور اولیائے کرام سے عقیدت ۲۶ سال سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں انہیں بڑے بڑے طوفانوں سے ٹکرا کر ثابت قدم پایا ہے، صبر و شکر، ضبط و تحمل کا کوہ گراں دیکھا ہے، دل و دماغ، ذہن جسم اور روح کی تمام تر اذیتوں میں ہنستے مسکراتے پایا ہے اور آج بھی پا رہا ہوں انشاء اللہ آئندہ بھی پاؤں گا۔

مجھے یقین ہے کہ نگارِ صادق کو نگاہِ مردِ مومن سے دیکھنے والے حضرات میرے قول کی تصدیق میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔

حاصل عباسی اعظمی

اظہارِ تشکّر

اُن حضرات کی خدمت میں
جنہوں نے "نگارِ صادق" کے
سلسلے میں اپنی آرائے بیش قیمت
سے نوازا؛
بالخصوص جناب محمد اشتیاق
خاں اور جناب انیس الرحمٰن خیری
جنہوں نے طباعت و تدوین کے
سلسلے میں اپنی بھرپور توجّہ سے
نگارِ صادق کو منظرِ عام پر لانے
کی سعی فرمائی؛

صادق دہلوی
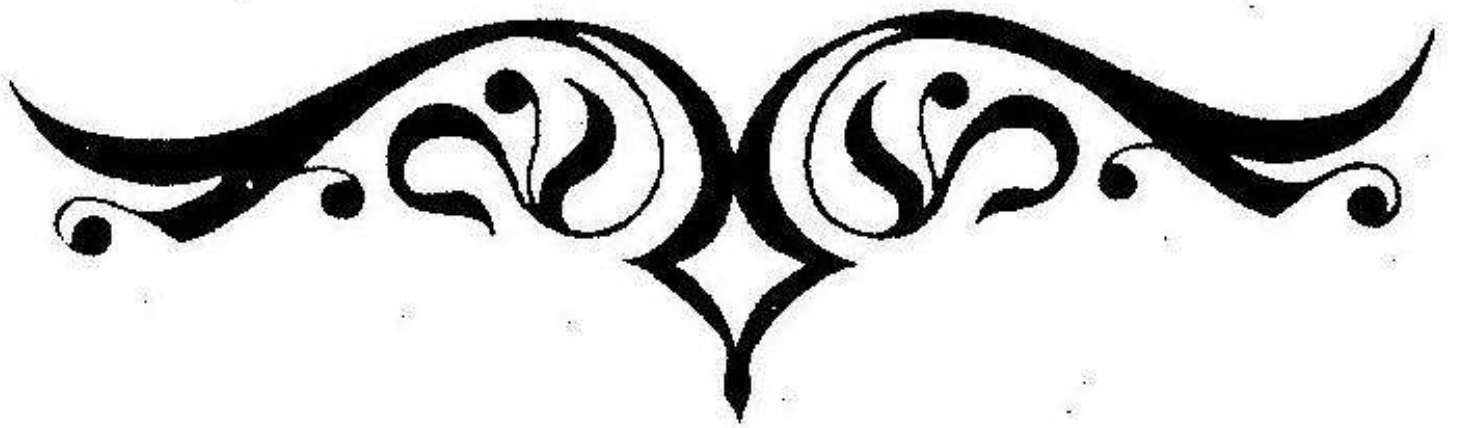
انتساب

میں اپنی غزلوں کے اس مجموعۂ "نگارِ صادق" کو اپنے اُستادِ محترم تاجدارِ سخن ڈاکٹر فضل الٰہی مخمورؔ دہلوی کے نامِ نامی اسمِ گرامی سے معنون کرتا ہوں جن کی نگاہِ کرم اور توجّہ خصوصی کی بدولت میرا یہ چوتھا مجموعۂ کلام منظرِ عام پر آ رہا ہے۔

صادق دہلوی

اُلٹ کر دیکھئے اوراقِ ہستی
ہزاروں آرزوؤں کا لہو ہے

صادق دہلوی

۸۶

پیشِ آئینہ بھی تو ہے، آئینہ خانہ بھی تو
دیدۂ حیراں بھی تو ہے روئے جانانہ بھی تو

عشق بھی تو ہے، فروغِ حسنِ جانانہ بھی تو
تو ہی شمعِ بزم بھی ہے، ذوقِ پروانہ بھی تو

بادۂ عرفاں بھی تو ہے، جام و پیمانہ بھی تو
جذبۂ رنداں بھی تو ہے، پیرِ میخانہ بھی تو

خانۂ دل میں جو دیکھا تجھ کو اے پردہ نشیں!
تو ہی خود مہماں بھی ہے، صاحبِ خانہ بھی تو

میرا سوزِ دل بھی تو ہے، تو ہی میرا دل بھی ہے
میرا کاشانہ بھی تو ہے حسن کا شانہ بھی تو

مونس و غمخوار ہو کر ہے بظاہر بے نیاز
تو یگانہ بھی ہے سب کا سب سے بیگانہ بھی تو

میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تو پہچانے تجھے
کاسۂ سائل بھی تو دستِ کریمانہ بھی تو

تیری راہوں سے گزر کر مجھ پہ یہ عقدہ کھلا
شوکتِ کعبہ بھی تو ہے شانِ بتخانہ بھی تو

تو ہی فصلِ گل بھی ہے تو ہی خزاں کا دور بھی
گلشنِ رنگیں بھی تو ہے دشت و ویرانہ بھی! تو

طور و موسیٰ کی حکایت بھی ہے تیری داستاں
اور حسنِ یوسفِ کنعاں کا افسانہ بھی تو

چشمِ صادق نے تجھے دیکھا ہے اپنے آپ میں
لاکھ پردوں میں بھی تو ہے بے حجابانہ بھی تو

ازل ہی سے ہے مستحکم نظامِ ساقیٔ کوثر
قیامت تک رہے گا دورِ جامِ ساقیٔ کوثر

دو عالم کے لئے رحمت ہے نامِ ساقیٔ کوثر
متاعِ دین و دُنیا ہے پیامِ ساقیٔ کوثر

خدا ہی جانتا ہے مرتبہ اُن کا حقیقت میں
ملائک بھی نہیں سمجھے مقامِ ساقیٔ کوثر

یہ شوکت اور یہ رفعت کسی کو بھی نہیں حاصل
کہ ہے نامِ خدا کے ساتھ نامِ ساقیٔ کوثر

دو عالم کی بِنا ہی ساقیٔ کوثر کی ہستی ہے
زمانے پر ہے واجب احترامِ ساقیٔ کوثر

یقیناً اُن کو حاصل ہو گئی معراجِ ایمانی
عمل میں آ گیا جن کے پیامِ ساقیٔ کوثر

حقیقت میں اگر پوچھو تو بخشش کی ضمانت ہے
درودِ ساقیٔ کوثر سلامِ ساقیٔ کوثر

گنہگارانِ امت کے دِلوں کو کیوں نہ تسکیں ہو
پیامِ رحمتِ حق ہے پیامِ ساقیٔ کوثر

ہے تنویرِ حدیثِ معرفت جو بات ہے اُن کی
صداقت کا ہے آئینہ کلامِ ساقیٔ کوثر

ابد تک روشنی ملتی رہے گی ذرّے ذرّے کو
ازل سے اِس قدر روشن ہے نامِ ساقیٔ کوثر

گدائے بے نوا کی منزلت سے کون واقف ہے
شہنشاہوں سے برتر ہے غلامِ ساقیٔ کوثر

خداوندِ دو عالم تجھ سے میری التجا یہ ہے
دمِ آخر مرے لب پر ہو نامِ ساقیٔ کوثر

مرے دِل پر ہوا کرتی ہے صادق بارشِ رحمت
میں جب اشعار کہتا ہوں بنامِ ساقیٔ کوثر

الفت کی حکایات کا آئینہ غزل ہے
احساس و خیالات کا آئینہ غزل ہے

ساقی کی عنایات کا آئینہ غزل ہے
پُر کیف خیالات کا آئینہ غزل ہے

ہے تذکرۂ جام و سبو، ساغر و صہبا
رندانِ خرابات کا آئینہ غزل ہے

ماضی کے زمانے کی ہے تصویر نمایاں
گزرے ہوئے حالات کا آئینہ غزل ہے

جس نور نے بخشی ہے ضیا وادیٔ دل کو
اُس نور کی برسات کا آئینہ غزل ہے

ہے عشق کے انوار سے معمور تخیل،
تابندہ خیالات کا آئینہ غزل ہے

اشعار کے دامن میں ہے تنویرِ رُخِ یار
ارمان و ملاقات کا آئینہ غزل ہے

ذکرِ مہ و انجم ہے کہیں ذکرِ گلستاں،
ہر دور کے حالات کا آئینہ غزل ہے

اشعار ہیں اسلاف کے کردار کا مظہر
دیرینہ روایات کا آئینہ غزل ہے

میخانہ مرا دل ہے مئے شعر و سخن کا
دنیائے خرابات کا آئینہ غزل ہے

جو بات کہی ہے وہ سلیقے سے کہی ہے
صادق مرے جذبات کا آئینہ غزل ہے

وہ شمعِ حُسن بن کر دِل کے کاشانے میں آئے ہیں
مِری قسمت بدلنے میرے غم خانے میں آئے ہیں
سُرور و کیف اب ہوگا میسّر میری ہستی کو
وہ اپنے غم سمونے میرے پیمانے میں آئے ہیں
حدودِ دیر و کعبہ سے نکل کر تیرے دیوانے
کوئی تو بات ہے ساقی جو میخانے میں آئے ہیں
نہ جانے اب تمہاری جستجو کیا رنگ لائے گی
حرم کے راستے سے ہم صنم خانے میں آئے ہیں
تِری صورت زمانے میں کسی سے بھی نہیں مِلتی
تِری تصویر لے کر آئینہ خانے میں آئے ہیں
مَیں اپنی داستانِ عشق کا عنوان کیا رکھوں
زمانے بھر کے غم اِک مِرے افسانے میں آئے ہیں
ہماری آبلہ پائی اُنہیں سیراب کر دے گی
بجھانے پیاس ہم کانٹوں کی وِیرانے میں آئے ہیں
جہاں بھر میں تِرے فیضان کی شہرت ہے اے ساقی
شرابِ عشق پینے ہم بھی میخانے میں آئے ہیں
خِرد کا زعم لے ڈوبا خِردمندانِ عالم کو
ترے آدابِ محفل تیرے دیوانے میں آئے ہیں
ہمارا عشق صادِق ہے ہمارا نام بھی صادق
ہم اپنی جان دینے تجھ کو نذرانے میں آئے ہیں

تُو نے میخانہ نگاہوں میں چھُپا رکھّا ہے
ہوش والوں کو بھی دیوانہ بنا رکھّا ہے
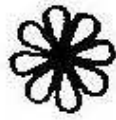
ہر تمنّا کو کلیجے سے لگا رکھّا ہے
دِل میں تیری ہی محبت کو بسا رکھّا ہے

خود کو اُس ذات نے پردوں میں چھُپا رکھّا ہے
بزمِ کونین کو جلوؤں سے سجا رکھّا ہے

ناز کیسے نہ کروں بندہ نوازی پہ تری
مجھ سے ناچیز کو جب اپنا بنا رکھّا ہے

یہ تری بندہ نوازی ہے کرم ہے تیرا
مجھ گنہگار کے عیبوں کو چھُپا رکھّا ہے

اب یقیناً مجھے معراجِ محبت ہوگی
اپنا سر آپ کے قدموں پہ جھُکا رکھّا ہے

ہر قدم سجدے بصدِ شوق کیا کرتے ہیں
ہم نے کعبہ ترے کوچے کو بنا رکھّا ہے

اے مرے پردہ نشیں! تیری توجّہ کے نثار
مَیں نے دُنیا سے ترا عشق چھُپا رکھّا ہے

جو بھی غم مِلتا ہے سینے سے لگا لیتا ہوں
مَیں نے ہر درد کو تقدیر بنا رکھّا ہے

کیا مِرے ظرف کا اندازہ کرے گا کوئی
مُسکرا کر غمِ کونین کو چھُپا رکھّا ہے

بخش کر آپ نے احساس کی دولت مجھ کو
یہ بھی کیا کم ہے کہ انسان بنا رکھّا ہے

تیرا پیغام زمانے کو سُنا کر ہم نے
عالمِ خواب سے دُنیا کو جگا رکھّا ہے

ہر طرف نور کی بارش ہے بہاروں کا ہجوم
کس نے پردہ رُخِ روشن سے اُٹھا رکھّا ہے

جب بھی دیکھا اُسے مخمور ہی دیکھا ہم نے
جانے کیا آپ نے صادق کو پلا رکھّا ہے
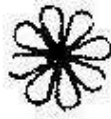
تیرا ہم سر نہ کوئی خسروِ خوباں نکلا
بزمِ کونین میں اک تو ہی درخشاں نکلا

تیرا الطافِ نظر درد کا درماں نکلا
تیرا پیغام ہی تسکینِ دل و جاں نکلا

غم سے خالی نہ یہاں ایک بھی انساں نکلا
غور سے جس کو بھی دیکھا وہ پریشاں نکلا

غور میں نے جو کیا جود و سخا پر تیرے
سارا عالم ترا منت کشِ احساں نکلا

دیکھنا، دیکھنا گلزارِ تمنا کی بہار
ہاتھ میں جام لئے ساقیِ دوراں نکلا

میں کہاں، اور کہاں نغمۂ کیف و مستی
عشق ہی ساز کے پردوں میں غزل خواں نکلا

ایک خوشبو سے معطر ہے فضائے عالم
گلشنِ عشق کا ہر پھول گلستاں نکلا

وہ تو ہر لمحہ حجابات اُٹھاتے ہی رہے
میرے دل سے نہ مگر دید کا ارماں نکلا

حسرتیں ڈوب گئیں سیلِ غمِ ہجراں میں
اشک نکلے مری آنکھوں سے کہ طوفاں نکلا

اہلِ دُنیا نے بہر طور اُڑایا ہے مذاق
تیرا دیوانہ جہاں چاک گریباں نکلا

تیری تنویر مری شب کی سحر بن کے رہی
تیرا کوچہ مرے خوابوں کا گلستاں نکلا

تو نے نشتر جو مرے دل پہ لگایا تھا کبھی
داستانِ غمِ ہستی کا وہ عنواں نکلا

تیری مخمور نگاہوں کا اثر ہے ساقی!
جس کو دیکھا وہی مستِ مئے عرفاں نکلا

ظلمتیں ختم ہوئیں سارے جہاں کی صادق
جگمگاتا ہوا جب وہ مہِ تاباں نکلا
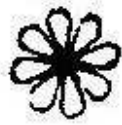
میں کیا بتاؤں تمنّائے زندگی کیا ہے
حضورؐ آپ سلامت رہیں کمی کیا ہے

اگر نہ دِل میں تڑپ ہو تو عاشقی کیا ہے
ملے نہ درد کی دولت تو زندگی کیا ہے

ہیں اُس کے واسطے کونین تیرے دامن میں
ترے گدا کے لئے تاجِ خسروی کیا ہے

ترے کرم کا سہارا ہے زندگی میری
ترا کرم نہ ہو شامل تو زندگی کیا ہے

بقدرِ ظرف ہر اک پر ہے چشمِ لطف و کرم
تمہاری بندہ نوازی کی بات ہی کیا ہے

جبینِ شوق کے سجدے ہیں تیرے قدموں پر
میں جانتا ہوں کہ معراجِ بندگی کیا ہے

تمہارے ہی رُخِ روشن کے سارے جلوے ہیں
یہ چاند اور ستاروں کی روشنی کیا ہے

تمہاری دِید کے قابل تو ہم نہیں لیکن
نقاب رُخ سے اُٹھا دو تو بات ہی کیا ہے

ہے تیرا عشق مری زندگی کا سرمایہ
میری نظر میں متاعِ سکندری کیا ہے

وفا کی راہ میں ایثار چاہیئے رہرو!
اگر نہ جان ہو قرباں تو عاشقی کیا ہے

ہے مجھ پہ ایک زمانہ جو معترض صادق
کوئی سمجھ نہ سکا شرطِ عاشقی کیا ہے
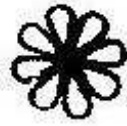
اِک حسنِ بے مثال ہماری نظر میں ہے
کونین کا جمال ہماری نظر میں ہے

یہ کس طرح کا حال ہماری نظر میں ہے
اپنی ہی اِک مثال ہماری نظر میں ہے

ہر بات ہر خیال ہماری نظر میں ہے
دُنیا کی چال ڈھال ہماری نظر میں ہے

کس کو وفا کا پاس ہے ننگِ وفا ہے کون
ہر آدمی کا حال ہماری نظر میں ہے

گزرے ہیں ہم جہاں کے نشیب و فراز سے
ہر اوج ہر زوال ہماری نظر میں ہے

دِل پر ہمارے ظُلمتِ غم کا اثر نہیں
وہ پیکرِ جمال ہماری نظر میں ہے

دُنیا کے انقلاب کا اک آئینہ ہیں ہم
ہر دورِ ماہ و سال ہماری نظر میں ہے

لب پر تمام عمر تبسم نہ آسکا
غنچے ترا مآل ہماری نظر میں ہے

یہ کہکشاں یہ شمس و قمر گردِ راہ تھے
انساں کا وہ کمال ہماری نظر میں ہے

فردِ عمل کا فیصلہ ہے جس کے ہاتھ میں
وہ ذاتِ ذوالجلال ہماری نظر میں ہے

ساقی نے اِک نگاہ میں سمجھا دیا ہمیں
رِندوں کا حال قال ہماری نظر میں ہے

فرما رہے ہیں وہ مجھے خاموش دیکھ کر
صادق ترا سوال ہماری نظر میں ہے

بُت خانہ چاہیئے نہ حرم چاہیئے مجھے
اے دوست، تیرا نقشِ قدم چاہیئے مجھے
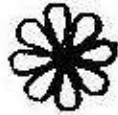
مے چاہیئے نہ ساغرِ جم چاہیئے مجھے
ساقی تری نگاہِ کرم چاہیئے مجھے

عیش و نشاط آپ زمانے کو بخش دیں
بندہ نواز، آپ کا غم چاہیئے مجھے

دُنیا سے کیا غرض مجھے دُنیا سے کام کیا
بس آپ ہی کا لطف و کرم چاہیئے مجھے

نظروں کو آرزو ہے تمہارے جمال کی
یہ منزلت یہ جاہ و حشم چاہیئے مجھے

اُس زندگی کا ذکر ہی کیا، جو گزر گئی
اب زیست تیرے زیرِ قدم چاہیئے مجھے

کوئی سمجھ سکا نہ مرے دل کی آرزو
تیری گلی کا باغِ ارم چاہیئے مجھے

اے مستِ ناز تیری نوازش کا شکریہ
کچھ اپنی عاشقی کا بھرم چاہیئے مجھے

کوئے حبیب کعبۂ مقصود ہے مرا
ہر کام احتیاطِ قدم چاہیئے مجھے

ہوگا نصیب نورِ بصیرت اُسی کے بعد
تھوڑی سی تیری خاکِ قدم چاہیئے مجھے

مجھ پر بھی التفاتِ نظر، اے گدا نواز
صادق ہے نام اِسکا بھرم چاہیئے مجھے

شکل وہ ماہتاب کی سی ہے
آسمانی کتاب کی سی ہے

مسکراہٹ ہے رُوئے جاناں پر
تازگی کیا گلاب کی سی ہے

کیف و مستی میں غرق رہتا ہوں
لذّتِ غم شراب کی سی ہے

کون آیا ہے غم کدے میں آج
روشنی ماہتاب کی سی ہے

غنچہ و گل میں ہے جو رنگینی
اُن کے حسن و شباب کی سی ہے

جب بصیرت ملی تو ہم سمجھے
اپنی ہستی بھی خواب کی سی ہے

بے رُخی اور برہمی اُن کی
رنگ میں انقلاب کی سی ہے

عشق میں زندگی کی ہر اُلجھن
زُلف کے پیچ و تاب کی سی ہے

اِتنا تڑپا رہی ہیں وہ آنکھیں
زندگی اِضطراب کی سی ہے

دِل کی حالت نہ پوچھ اے صادق
اِک شکستہ رباب کی سی ہے
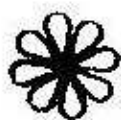
ہوگا کسی کا کوئی تعلق کسی کے ساتھ
میری تو زندگی ہے فقط آپ ہی کے ساتھ

اِتنا کرم ہو اور مری زندگی کے ساتھ
زندہ اگر رہوں تو تمہاری خوشی کے ساتھ

دِل کو مرے نہ ربط کبھی ہو کسی کے ساتھ
گزرے ہر ایک سانس تری یاد ہی کے ساتھ

بہکے ہوئے قدم ہیں سنبھالو مجھے ذرا
آنکھوں سے مے پلا تو رہے ہو خوشی کے ساتھ

تیرا خیال، تیرا تصور ہے بندگی،
نسبت ہے مجھکو صرف تری ذات ہی کے ساتھ

مجھ کو کسی سے واسطہ ہوتا بھی کس لئے
تیرے لئے ہے دوستی ہر آدمی کے ساتھ

تیرے سوا ہے کون مددگار و غمگسار
پیش آ رہا ہے ایک جہاں بے رُخی کے ساتھ

آگاہ اب نظر ہے مآلِ نشاط سے
آنسو نکل پڑے ہیں کلی کی ہنسی کے ساتھ

تابندہ راہِ عشق ہوئی تیرے نور سے
منزل پہ کارواں ہے تری روشنی کے ساتھ

ورنہ کبھی کی موت سے ہو جاتی دوستی،
اِک یاد ہے تمہاری غمِ زندگی کے ساتھ

لُطف و کرم سے مجھ کو نوازا حضور نے
دیکھا جو مَیں نے اُن کی طرف بیکسی کے ساتھ

تم تو گدا نواز ہو مجھ پر بھی ہو کرم
ہے اتنی عرض تم سے مری عاجزی کے ساتھ

اُن کی ادائے ناز کے قربان جایئے
دیوانہ کہہ رہے ہیں مجھے سادگی کے ساتھ

وارفتگیٔ شوق کوئی بے سبب نہیں
صادق ہزار حسن ہیں دیوانگی کے ساتھ

بہت غم دیئے ہیں خوشی کب مِلے گی
فسردہ لبوں کو ہنسی کب مِلے گی

کب آؤ گے بزمِ تمنا سجانے
اندھیرے میں ہوں روشنی کب مِلے گی

جو آنکھوں میں آتے ہی کجلا گئے ہیں
اُن اشکوں کو تابندگی کب مِلے گی

بہاریں کب آئیں گی دِل کے چمن میں
مجھے ہر نفس تازگی کب مِلے گی

عطا کب متاعِ محبت کرو گے
مجھے عشق کی روشنی کب مِلے گی

جوانی پہ کب آئے گی وحشتِ دِل
جنوں خیز وارفتگی کب مِلے گی

قدم تیری راہوں میں بہکے ہوئے ہیں
مِرے عزم کو پختگی کب مِلے گی

خدا رکھے ساقی، ترے میکدے کو
نظر سے مجھے بے خودی کب مِلے گی

بناؤ گے کب محرمِ راز مجھکو
مِرے عِشق کو آگہی کب مِلے گی

خُدا جانے صادقؔ مجھے اُس نظر سے
محبت بھری زندگی کب مِلے گی
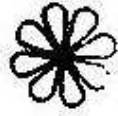
پیامِ عاشقی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
ادائے دلبری لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

بہارِ زندگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
جہانِ دلکشی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

ثبوتِ زندگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
کہ شانِ خسروی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

شرابِ آگہی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے
سُرورِ سرمدی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

اِدھر بھی اِک نظر اے ساقیٔ میخانۂ ہستی
بلائے تشنگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

حریمِ ناز سے باہر ذرا تشریف لے آؤ
تمنا دید کی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

جبیں کے ساتھ ہی دِل بھی جھکا جاتا ہے سجدے میں
کہ حکمِ بندگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

نگاہِ شوق کی فرحت کا ساماں ہو گیا پیدا
زمانے کی خوشی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

تجھے تو رحم کی خو ہے خدارا رحم فرما دے
کہ دردِ بیکسی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

مرے دِل کے گلستاں میں بہاریں رقص کرتی ہیں
صبا کی تازگی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

ترقی پر نہ ہو پھر کس لئے جوشِ جنوں میرا
غضب کی سادگی لیکر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

خدا شاہد اگر زاہد بھی ہو ایمان کھو بیٹھے
وہ حُسنِ کافری لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

نظر ملنے سے پہلے ہی ہم اپنے ہوش کھو بیٹھے
کچھ ایسی بیخودی لیکر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

مری دُنیائے ہستی میں اُجالا ہو گیا صادق
ازل کی روشنی لے کر کوئی آنکھوں میں آیا ہے

اُن سے شعورِ شرحِ خیالات چاہیئے
آغازِ گفتگو کے لئے بات چاہیئے

عرضِ نیاز مند یہی ہے بصد نیاز
اب تو علاجِ گردشِ حالات چاہیئے

نیرنگیٔ جہاں نے یہ اظہار کر دیا
ہر صبحِ زندگی کے لئے رات چاہیئے

نظمِ جہاں کو لغزشیں جس کی سنوار دیں
ایسا بھی کوئی رندِ خرابات چاہیئے

جو زندگی کو بخشدے کیفِ دوامِ عشق
ایسی بھی اِک حسین ملاقات چاہیئے

ناراض ہو گئے مِرے عرضِ سوال پر
تم کو تو رُوٹھنے کے لئے بات چاہیئے

تیری نگاہِ لطف و کرم چاہتا ہوں میں
منصب نہ کوئی منزلِ درجات چاہیئے

ہے تیرا ذِکر وجہِ سکونِ دل و نظر
تیرا ہی تذکرہ مجھے دن رات چاہیئے

دُنیا جو چاہے بخشدے دُنیا کو تُو مگر
صادق کو صرف ایک تری ذات چاہیئے
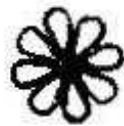
تمہاری ہر قدم پر رہبری محسوس کرتا ہوں
کہ راہِ زندگی میں روشنی محسوس کرتا ہوں

محبت میں اب اتنی دلکشی محسوس کرتا ہوں
تمہاری ہر جگہ موجودگی محسوس کرتا ہوں

مرے ذوقِ نظر کو عشق کی معراج حاصل ہے
میں ہر صورت میں صورت آپکی محسوس کرتا ہوں

ترے حسنِ کرم نے میرا ایماں کر دیا محکم
کہ ہر ذرّے میں تیری روشنی محسوس کرتا ہوں

سرِ محفل تمہیں جب دیکھتا ہوں زینتِ محفل
خرد والوں میں بھی دیوانگی محسوس کرتا ہوں

حقیقت میں یہ ساقی کی نگاہوں کا تصرف ہے
میں خود اپنی جگہ وارفتگی محسوس کرتا ہوں

یقیناً یہ تمہارے عشق کا زندہ کرشمہ ہے
اب اپنی زندگی کو زندگی محسوس کرتا ہوں

خدا جانے چمن سے مسکرا کر کون گزرا ہے
کہ افسردہ گلوں میں تازگی محسوس کرتا ہوں

الٰہی آج کیسا انقلاب آیا ہے دنیا میں
متاعِ آدمیت کی کمی محسوس کرتا ہوں

یہی دنیا مجھے کل ہمنوا معلوم ہوتی تھی
اسی دنیا کو اب میں اجنبی محسوس کرتا ہوں

نگاہِ التفاتِ دوست کا ممنون ہوں صادق
میں اپنے قلب میں پاکیزگی محسوس کرتا ہوں

کتنا حسیں ہے عشق کا آغاز دیکھنا — دِل بن گیا ہے جلوہ گہِ ناز دیکھنا

ماضی کا رنگ، حال کا انداز دیکھنا — جو کچھ دکھائے عشقِ جنوں ساز دیکھنا

دُہرا رہا ہوں قصّۂ دار و رسن کو میں — مستقبلِ حیات کا آغاز دیکھنا

آگے نکل گیا ہوں میں عرشِ عظیم سے — اِک مُشتِ خاک، اور یہ پرواز دیکھنا

میری خطائیں بخشدیں میرے کریم نے — بندہ نوازیوں کا یہ انداز دیکھنا

ممتاز ہو گیا ہوں میں اُن کی نگاہ میں — بخشا ہے کیسا عشق نے اعزاز دیکھنا

ایسا مری حیات میں ہے سوز و سازِ عشق — ساغر میں جیسے "بادۂ شیراز" دیکھنا

مخمور کر دیا مجھے بے خود بنا دیا — ساقی کی چشمِ مست کا اعجاز دیکھنا

کچھ دیر اور گرمیٔ بزمِ حیات ہے — سازِ نفس کی آتی ہے آواز دیکھنا

اُف کش مکش مریضِ محبت کی ہجر میں — حسرت کے ساتھ سوئے درِ باز دیکھنا

صادق زمانہ لاکھ گرا دے نگاہ سے
محفل میں اُن کی میں ہوں سرافراز دیکھنا

حُسن تقویٰ شکن، دلکش و دلرُبا، کفر سامانیاں لے کر آئے تو ہو
یہ ادائیں نہ دیوانہ کردیں مجھے آئینہ دیکھ کر مسکرائے تو ہو
شوخ گفتاریاں، برق رفتاریاں، حشر سامانیاں لے کر آئے تو ہو
انتظارِ قیامت رہے اب کسے، تم قیامت کے فتنے جگائے تو ہو
گلستاں گلستاں چاک دامانیاں، گوشہ گوشہ جنوں کی فراوانیاں
ہوش والے رہیں کس طرح ہوش میں تم نقاب اپنے رُخ سے اُٹھائے تو ہو
رقص کرتی ہوئی مستی و بیخودی بزمِ رنداں میں ہے جس طرف دیکھئے
جام و مینا دھرے کے دھرے رہ گئے، میکدہ تم نظر کو بنائے تو ہو
جب سے سودا ہوا ہے تمہارا مجھے، روز افزوں ہوئی ہیں مری اُلجھنیں
غم سے اب ہو سکے گی رہائی کہاں تم مرے دِل کو زنداں بنائے تو ہو
یاس کی آندھیاں چل رہی ہیں یہاں جس طرف دیکھئے غم کے طوفان ہیں
روٹھ کر اب نہ جانا خدارا کہیں، تم مرے دیدہ و دِل میں آئے تو ہو
صادق اِس بات پر شکر کرتے رہو، بندۂ عشق کی بندگی ہے یہی
اب یہ دُنیا جو کہتی ہے کہنے بھی دو، تم درِ یار پر سر جھکائے تو ہو
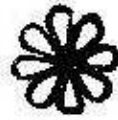
چاہیئے ہنس کے گرفتارِ بلا ہو جانا
عشق میں بندۂ تسلیم و رضا ہو جانا

زیب دیتا ہے تمہیں نُورِ خُدا ہو جانا
ظلمتِ دِل کے لئے جلوہ نُما ہو جانا

مجھ سے قسمت بھی خفا مجھ سے زمانہ بھی خلاف
ایسے عالم میں کہیں تم نہ خفا ہو جانا

ایک مدّت سے ہے ویران مرا خانۂ دِل
یہ بھی گھر آپ کا ہے اس میں ذرا ہو جانا

غنچۂ دِل کا گریباں ہے ابھی سر بستہ
میرے گلشن میں بھی اے بادِ صبا ہو جانا

کچھ قیامت سے نہیں کم ترے دیوانے کو
ایک بھی فرضِ محبت کا قضا ہو جانا

دشت و صحرا کو بنا دے گا مثالِ گلشن
جوشِ وحشت میں مرا آبلہ پا ہو جانا

غم میں ڈوبا ہے چمن اور فضائیں ہیں اُداس
مسکراتے ہوئے گلشن میں ذرا ہو جانا

جان و دِل دے کے ہی ممکن ہے بقا کی منزل
کوئی آساں تو نہیں نقشِ وفا ہو جانا

بخش دے گا مجھے صہبائے محبت کا خمار
چشمِ ساقی پہ دِل و جاں سے فِدا ہو جانا

تیری رفتار پہ موقوف ہے لے حشر خرام
حشر سے پہلے یہاں حشر بپا ہو جانا

بخش دیتا ہے نظر دید کے قابل صادق
عشق سے آئینۂ دِل پہ جِلا ہو جانا
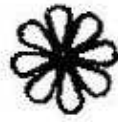
جب تصوّر میں آیا وہ پردہ نشیں، مستی و نغمہ و ساز دینے مجھے
جذبۂ عشق دِل میں اُبھرنے لگا، اِک فسانے کا آغاز دینے مجھے

وہ مِرے رُوبرو بے نقاب آگئے، چشمِ مُوسیٰؑ کا انداز دینے مجھے
میں تو اتنی عنایت کے قابِل نہ تھا، خود وہ آئے یہ اعزاز دینے مجھے

میری دیوانگی پر شباب آگیا، میری دُنیا میں اِک انقلاب آگیا
آرزوؤں کے غنچے شگفتہ ہُوئے، آپ آئے جب آواز دینے مجھے

بزمِ ہستی ہے جلووں سے آراستہ، جس طرف دیکھئے نور ہی نور ہے
وہ تخیّل میں تشریف فرما ہوئے، دعوتِ فکرِ پرواز دینے مجھے

میرے ہونٹوں پہ نغمات رقصاں ہُوئے، زندگی کیلئے کیف ساماں ہُوئے
جب کسی کی نظر میرے دِل پر پڑی، اِک نئی صبح کا راز دینے مجھے

کیا کِسی سے اُمیدِ کرم کیجئے، کیا کِسی کا یہاں آسرا لیجئے
شامِ غم آگئی اور آئے نہیں، کچھ تسلّی بھی دم ساز دینے مجھے

مجھ کو صادق رہی کتنی ہی بیخودی، پھر بھی چھوٹے نہ آدابِ بادہ کشی
ساقیٔ میکدہ میرے پاس آگیا صاحبِ دل کا اعزاز دینے مجھے

قربِ جاناں کی تمنا رہ گئی
زندگی تنہا کی تنہا رہ گئی

یہ کرشمہ ہے نگاہِ ناز کا
زندگی بن کر تماشا رہ گئی

کون چلتا تیرے دیوانے کے ساتھ
دو قدم چل کر یہ دُنیا رہ گئی

ہم کو گلشن میں نشیمن کے لئے
چار تنکوں کی تمنا رہ گئی

آبلہ پا دشت میں کوئی نہیں،
تشنہ لب کانٹوں کی دُنیا رہ گئی

میں تہی دست و تہی داماں رہا
عرضِ مطلب میں کمی کیا رہ گئی

تم نہ آئے چل بسا بیمارِ غم
دِل کی دِل ہی میں تمنا رہ گئی

ہائے میری بے کسی و بے بسی
مسکرا کر مجھ پہ دُنیا رہ گئی

دیکھیے کب تک ہو صادق وصلِ دوست
سانس بن کر وجہِ ایذا رہ گئی

جسے چاہے شیشہ دے دے، جسے چاہے جام دیدے
مرا دل جو چاہتا ہے۔ مجھے وہ پیام دے دے

میں جہاں بھی سر جھکا دوں، ترا آستاں بنا دوں
مری زندگی کے مالک، مجھے وہ مقام دے دے

رہے میرے ہر نفس کو، تری یاد سے تعلق
مجھے ایسی صبح دے دے، مجھے ایسی شام دے دے

مرا دل نثارِ گیسو، مری جاں فدائے ابرو
تو پیامِ دل نوازی، کوئی میرے نام دے دے

تو ہے ساقیٔ زمانہ، تری ذات ہے یگانہ
مجھے ہوش ہی نہ آئے کوئی ایسا جام دے دے

ہے ازل سے مجھ کو نسبت ترے سنگِ آستاں سے
دل و جاں نثار تجھ پر، مجھے اپنا نام دے دے

میں ہوں تشنہ کام ساقی، رہے تیرا نام باقی
ابھی اور مے پلا دے، ابھی اور جام دے دے

مری جستجوئے پیہم ترے در پہ لے تو آئی
مرے ذوقِ آرزو کو، شرفِ کلام دے دے

تو متاعِ دو جہاں ہے تو سکونِ قلب و جاں ہے
کوئی مژدۂ مسرت، اے مہِ تمام دے دے

یہ فقیرِ درجہ صادق، ترا بندۂ وفا ہے
اسے اپنا عشق دے دے، اسے اپنا کام دے دے

دیکھ رہی ہیں میری نگاہیں — حسنِ دوست کی جلوہ گاہیں
ساقی تیری مست نگاہیں — رندوں کی ہیں عشرت گاہیں
تو ہی بتا اے جانِ محبت — تیرے سوا ہم کس کو چاہیں
دنیا سے کیا میرا تعلق — تم سے ملی ہیں میری نگاہیں
تیری محبت کے دیوانے — اہلِ جہاں سے کیسے نباہیں
بحرِ حوادث کی موجوں نے — ڈالی ہیں بانہوں میں باہیں
الفت کا انعام نہ پوچھو — رہتی ہیں ہونٹوں پر آہیں
ان کو کیوں ہو فکرِ زمانہ — جن کو ملی ہیں تیری پناہیں
ہم بدلیں تو دنیا بدلے — دنیا کی ہم پر ہیں نگاہیں
مل جاتی ہیں دیوانوں کو — منزل منزل جلوہ گاہیں
پا لیتے ہیں تیرے کرم سے — بھٹکے ہوئے راہی بھی راہیں

کس کا دل ٹوٹا ہے صادق
عرشِ بریں تک پہنچیں آہیں

دِل و نگاہ میں تصویرِ یار رہتی ہے،
مِرے چمن میں ہمیشہ بہار رہتی ہے

جبینِ شوق وہی باوقار رہتی ہے
تمہارے دَر پہ جو سجدہ گزار رہتی ہے

وہ زندگی جو تِری جستجو میں مِٹ جائے
جہاں میں بن کے وہی یادگار رہتی ہے

ہے میری منزلِ مقصود کوچۂ جاناں
کہ دِل میں حسرتِ دیدارِ یار رہتی ہے

زمانہ رنج ہی دیتا ہے ہر نفس مجھکو
وہ تیری ذات ہے جو غمگسار رہتی ہے

تِرے بغیر یہ عالم ہے میری ہستی کا
مِری حیات بھی اب مجھ پہ بار رہتی ہے

ہر ایک شے سے نمایاں ہے جب تِرا جلوہ
نظر میں کیوں خلشِ انتظار رہتی ہے

مِری نظر میں ہے وہ بندگی کا سرچشمہ
جو آنکھ تیرے لئے اشکبار رہتی ہے،

اُسی حیات کو حاصل ہے کیفِ لافانی
تمہاری یاد سے جو ہم کنار رہتی ہے

ادا ہُوا نہ کبھی بندگی کا حق صادق
اسی لئے تو نظر شرمسار رہتی ہے
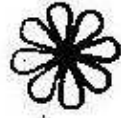
یہ دِل ہے تجھ پہ دیوانہ ہمارا — یہ جاں ہے تجھ کو نذرانہ ہمارا

سلامت پیرِ میخانہ ہمارا — جواں ہے ذوقِ رِندانہ ہمارا

اُلٹ دے خُم کے خُم، اے چشمِ ساقی! — ابھی خالی ہے پیمانہ ہمارا

شراب و جام سے کیا ہم کو نسبت — تری آنکھیں ہیں میخانہ ہمارا

سجالی ہے تری تصویر دِل میں — ہُوا ہے دِل صنم خانہ ہمارا

ہمیں عیشِ جہاں سے کیا تعلق — ترے غم سے ہے یارانہ ہمارا

کِسی شے کی تمنّا کیا کریں گے — مزاجِ دِل ہے شاہانہ ہمارا

اِسی کا نام شانِ خسُروی ہے — زہے حالِ فقیرانہ ہمارا

تمہاری جلوہ سامانی کے قرباں — کہ روشن ہے سیہ خانہ ہمارا

طوافِ کوچۂ جاناں کریں گے — ہے کعبہ کوئے جانانہ ہمارا

یہ سُن کر فیصلہ دُنیا کرے گی — تمہارا ہے کہ افسانہ ہمارا

خدا کا شکر وہ اب کہہ رہے ہیں
کہ صادِق بھی ہے دیوانہ ہمارا
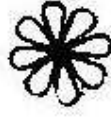
تمہارے جیسا زمانے میں کوئی شاہ نہیں
گدا نواز کوئی ایسی بارگاہ نہیں

تمہارے دستِ نگر، کیا فقیر و شاہ نہیں
تمہارے کوچے میں کس کے لئے پناہ نہیں

تمہیں کو بندہ نوازی سے کام لینا ہے
سوا تمہارے کسی پر مری نگاہ نہیں

جبینِ شوق جھکی ہے تمہاری چوکھٹ پر
کہ ہر مقام مرے دل کی سجدہ گاہ نہیں

نیاز مند یہاں سے اُٹھے تو جائے کہاں
تمہارے در کے سوا اب کہیں پناہ نہیں

تمہارے حسنِ کرم کا ہے آسرا مجھ کو
گناہ گار ہوں، اندازۂ گناہ نہیں

اگر نہ تم سے کہوں حالِ دل تو کس سے کہوں
بجُز تمہارے کوئی میرا خیر خواہ نہیں

تمہیں کو تم سے طلب کر رہا ہوں بندہ نواز
مجھے کچھ اور تمنا، خدا گواہ نہیں

تمہاری ذاتِ گرامی ہے مُدّعا میرا
تمہارا عشق ہے دل میں کسی کی چاہ نہیں

ہماری منزلِ مقصد ہو تم، خُدا شاہد!
ہماری منزلِ مقصد یہ مہر و ماہ نہیں

تمہیں ہو رہبرِ دنیا و دیں خُدا کی قسم
کہ اس سفر میں کوئی اور خضرِ راہ نہیں

ہمارے دل میں ہیں صادق حبیبِ کون و مکاں
مقامِ عرش سے کم دل کی خانقاہ نہیں
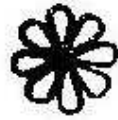
اُن مست نگاہوں کے مجھ تک پیغام بھی آہی جاتے ہیں
جب تشنہ لبی بڑھ جاتی ہے تو جام بھی آہی جاتے ہیں

وہ حسن بنے ہیں عشق بنا وہ برق بنے ہیں طور بنا
بیکار نہیں جذباتِ جنوں، یہ کام بھی آہی جاتے ہیں

تو جن کی تمنّا کرتا ہے پہلے اُنہیں دل سے یاد تو کر
وہ صبح بھی آہی جاتے ہیں وہ شام بھی آہی جاتے ہیں

جو اُن کے لئے دیوانہ بنے جو اُن کے لئے دُنیا چھوڑے
پھر اُن کی طرف سے اُس کے لئے انعام بھی آہی جاتے ہیں

جو اُن پہ بھروسہ کرتا ہے، جو اُن کا سہارا لیتا ہے
وہ رہبرِ منزل بن کر خود، ہر گام بھی آہی جاتے ہیں

جو اپنی خطا پہ نادم ہوں احساسِ ندامت ہو جن کو
اللہ کی رحمت کے اُن تک پیغام بھی آہی جاتے ہیں

جب وقت بُرا آجاتا ہے، ہر بات بگڑتی جاتی ہے
کچھ اپنے مقدر کے ہاتھوں الزام بھی آہی جاتے ہیں

اپنے بھی مخالف ہوتے ہیں آکاش بھی دشمن ہوتا ہے
دُنیائے محبت میں ایسے ہنگام بھی آہی جاتے ہیں

اے راہِ محبت کے رہرو، یہ راز سمجھ لے صادق سے
جب عشق کسی سے ہوتا ہے الزام بھی آہی جاتے ہیں

قل ھو اللہ احد ہے تیری ذات
اور اللہ الصمد تیری صفات

جس پہ ہو جاتا ہے تیرا التفات
اُس کو مِل جاتی ہے ہر غم سے نجات

منبعِ لطف و عطا ہے تیری ذات
بندۂ غم پر بھی چشمِ التفات

جب سے دیکھا ہے تجھے اے حسنِ ناز
سر بہ سر رنگیں ہے میری کائنات

کوئی فرزانہ سمجھ سکتا نہیں
کِس طرح کٹتی ہے دیوانے کی رات

میں تبسّم میں چھپا لیتا ہوں غم
کوئی کیا سمجھے گا میرے دل کی بات

دِل کو حسرت ہے تمہارے درد کی
درد مل جائے تو مل جائے حیات

اب تمہارے ہاتھ میری لاج ہے
تم بناؤ گے تو بن جائے گی بات

لائقِ بخشش نہیں کوئی عمل
تم اگر چاہو گے تو ہو گی نجات

اب تو صادق انتظارِ یار میں!
آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ جاتی ہے رات

وابستگیٔ دِل کا انجام سوچتا ہوں
ملتے ہیں عشق میں کیا انعام سوچتا ہوں

گردش میں مے کدہ ہے یا جام سوچتا ہوں
ساقیٔ حیاتِ نَو کا پیغام سوچتا ہوں

میں بندۂ وفا ہوں میں کیا مِری رضا کیا؟
پھر کیوں ہے مجھ کو فکرِ آلام سوچتا ہوں

مجھ پر زمانہ کیا کیا تہمت لگا رہا ہے
آئیں گے اور کتنے الزام سوچتا ہوں

دِل جیسے دوست نے بھی چھوڑا ہے ساتھ میرا
یہ کیسا آ گیا ہے ہنگام سوچتا ہوں

ہر صبح کہہ رہی ہے، ہر شام کی کہانی
نیرنگیٔ جہاں کا انجام سوچتا ہوں

یہ بے کسی کا عالم، یہ گردشِ زمانہ
کب تک رہے گا یہ بھی ہنگام سوچتا ہوں

وہ غم زدہ ہوں جس پر ہنستا ہے اِک زمانہ
اب اور کیا ملے گا انعام سوچتا ہوں

اشکوں سے دھو رہا ہوں میں رات کی سیاہی
روشن کبھی تو ہوگی یہ شام سوچتا ہوں

پیشِ نظر ہے صادق جب سے مآلِ غنچہ
گلزارِ زندگی کا انجام سوچتا ہوں
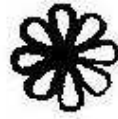
کنارے پر تمہیں لائے ہو کشتی ناخدا ہو کر
تمہیں آئے ہو طوفانوں میں میرا آسرا ہو کر

یہ مانا چشمِ نظارہ طلب میں یوں تو سب کچھ ہے
مری نظروں سے تم کیوں دُور ہو میرے خدا ہو کر

کسی صورت بھی دُنیا چین سے رہنے نہیں دیتی
ذرا فرمایئے! جاؤں کہاں میں آپ کا ہو کر

خدا شاہد ابھی تو میرا غم محدود ہے مجھ تک
لہو روئے گی دُنیا میرے غم سے آشنا ہو کر

بُلندی اُسکی ہے رفعت ہے اُسکی قسمت اُسکی ہے
محبت میں جو رہتا ہے تمہارا نقشِ پا ہو کر

بھٹکنے کا کوئی امکاں نہیں اب راہِ ہستی میں
محبت آپ کی کام آ رہی ہے رہنما ہو کر

تمہیں پوجا ہے میں نے تا ابد تم ہی کو پوجوں گا
ازل سے تم رہے ہو میری دُنیا کے خدا ہو کر

جہاں والے بجز رنج و محن کچھ بھی نہیں دیتے
مرا دِل مطمئن ہے تیرے غم سے آشنا ہو کر

حقیقت پھر حقیقت ہے بناوٹ پھر بناوٹ ہے
خدا کو میں نے پہچانا ہے خود سے آشنا ہو کر

مری آنکھیں نہیں معلوم کیوں پیاسی کی پیاسی ہیں
گلستاں در گلستاں تم رہے جلوہ نما ہو کر

ہم اپنی بیکسی پر خونِ دِل روتے تو کیوں روتے
رہے ہو تم ہماری زندگی کا آسرا ہو کر

یقیناً اِک نہ اِک دن مجھ کو معراجِ جنوں ہوگی
جہانِ عشق میں زندہ ہوں پابندِ وفا ہو کر

زمانے کے حوادث ہوں کہ ہوں صدمے محبت کے
وہ ہر منزل میں آئے ہیں مرے مشکل کشا ہو کر

نہیں کچھ غم ترے صادق کو طوفان و تلاطم کا
حیاتِ نَو ملے گی بحرِ اُلفت میں فنا ہو کر

نشاط و مسرت سے ہے بے نیازی ترے غم سے ہے مجھ کو نسبت زیادہ
اسی اک سبب سے میری زندگی کو میسر ہوئی ہے لطافت زیادہ
تری دھن ہے تیرا تجسس ہے پیہم یہ دیوانگی ہے کہ فرزانگی ہے
مگر اتنا تو میں سمجھ ہی گیا ہوں کہ ہے مجھ پہ تیری عنایت زیادہ
محبت کی منزل میں اک اک قدم پر، نئے امتحاں ہیں نئے حادثے ہیں
خدا رکھے ذوقِ وفا کو سلامت کہ ہے ضبط پر مجھ کو قدرت زیادہ
یہ فرقت کے دن رات کیسے گزاروں یہ جاں سوز لمحات کیسے گزاروں
نقاب اپنے رُخ سے اُٹھا دو خدارا کہ اب میرے دل کو ہے وحشت زیادہ
بنا جتنا بے خود ہوا جتنا رسوا بنایا گیا مجھ کو جتنا تماشا،
ہوئی مجھ کو اتنی ہی تجھ سے محبت بڑھی عشق میں جتنی شہرت زیادہ
یہ ابرو یہ مژگاں یہ آنکھیں، یہ کاکل یہ رُوئے منور، یہ تیرا تبسم
خدا رکھے یہ ناز و انداز تیرے بڑھے اور بھی شان و شوکت زیادہ
میں ہوں بادۂ قادریؒ، سہروردیؒ، میں ہوں نشۂ نقشبندیؒ و چشتیؒ
میں ہوں ساقی مے کدہ آج صادق ہے شاہِ حسنؒ کی عنایت زیادہ

وہ نظر نور برسا گئی — قلب میں روشنی آ گئی
زلف جب اُن کی لہرا گئی — سارے عالم کو مہکا گئی
جل اٹھے ظلمتوں میں دیئے — اُن کی ذاتِ جمیل آ گئی
اُن کے رُخ سے نقاب اُٹھ گیا — زندگی میں بہار آ گئی
اِس طرح اُن کی نظریں اٹھیں — وَجد میں کائنات آ گئی
زندگی، موت کا فلسفہ! — وہ نظر آج سمجھا گئی
وہ خرابِ غمِ عشق ہوں — موت بھی جس سے کترا گئی
وہ عیادت کو آ ہی گئے — دِل کی آواز کام آ گئی
وہ نظر بخش کر، دردِ دِل — میری تقدیر چمکا گئی
عمر بھر اب تڑپتے رہو — لب پہ کیوں دِل کی بات آ گئی
یہ ملائک نہ پہنچے جہاں — اُن کی خاکِ کفِ پا گئی

مجھ پہ صادق ہیں وہ مہرباں
عاشقی آج کام آ گئی

تمام عمر محبت کے داغ جلتے رہے
تمہاری یاد کے دل میں چراغ جلتے رہے

وفا کا شکوہ نہ آیا ہمارے ہونٹوں پر
ہزار حسرت و ارماں کے باغ جلتے رہے

شبِ فراق وہ لمحے بھی ہم پہ گذرے ہیں
ستارے بجھ گئے لیکن چراغ جلتے رہے

تمہاری مست نظر سے ہے میکدہ روشن
رُخِ جمیل کی ضو سے ایاغ جلتے رہے

ہزار چلتی رہیں آندھیاں زمانے کی
رہِ وفا میں یقیں کے چراغ جلتے رہے

اُنہیں سے ایک جہاں کو ملی ہے آرائش
وہ جن کے فکرِ سخن سے دماغ جلتے رہے

ازل سے بزمِ جہاں آج تک ہے تابندہ
یہاں چراغ سے صادق چراغ جلتے رہے
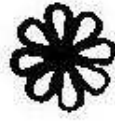
میری نظروں میں جمالِ یار ہے — دِل کی دُنیا مطلعِ انوار ہے
جوش پر اب جذبۂ ایثار ہے — تیرا دیوانہ قریبِ دار ہے
عِشق کی منزل بہت دشوار ہے — آپ ہی کی رہبری درکار ہے
اے مرے مالک! مِری امداد کر — کون دُنیا میں مِرا غم خوار ہے
کون ہے محرومِ الطاف و کرم — تیری رحمت سے کِسے انکار ہے
جس نے بھی تجھ پر بھروسہ کر لیا — اس کا ہر طوفاں سے بیڑا پار ہے
جان و دل ہیں تابعِ فرماں ترے — تو ہی میرا مالک و مختار ہے
عِشق کے آداب سے غافِل نہیں — تیرا دیوانہ بہت ہشیار ہے
وحشتِ دِل رنگ لا کر ہی رہی — اپنی رسوائی سرِ بازار ہے
اہلِ دِل، اہلِ نظر سے پوچھئے — ساری دُنیا جلوہ گاہِ یار ہے
مجھ کو نشہ ہے شرابِ عِشق کا — ہوش میں آنا مرا دشوار ہے
اے محبت بخش دے ایسا سُرور — دیکھنے والے کہیں مے خوار ہے
سازِ دل ہے اور مضرابِ اَلَم — اَب مِرا ہر سانس نغمہ بار ہے

کاروانِ دِل بھٹک سکتا نہیں
راہبر صادق خیالِ یار ہے

محبت میں محبت کے چلن کی آزمائش ہے
بہر صورت ہمارے جان وتن کی آزمائش ہے

نقابِ رُخ اُلٹ کر آگئے ہیں وہ سرِ محفل،
دلِ وحشی ترے دیوانہ پن کی آزمائش ہے

کوئی اہلِ خرد ہو یا کوئی دیوانۂ اُلفت
یہ دُنیا ہے یہاں سب کے چلن کی آزمائش ہے

ہمارے بعد تیرے امتحاں سے کون گزرے گا
ہمیں پر ختم اب دار و رسن کی آزمائش ہے

جنونِ عشق کی راہیں کوئی آساں نہیں ہوتیں
یہاں ہر قیس کی ہر کوہکن کی آزمائش ہے

گل و غنچہ ہی کیا ہیں خار بھی ہیں گلزاروں میں
جنوں کی منزلوں میں پیرہن کی آزمائش ہے

مِرا فکرِ سخن ہے حال و مستقبل کا آئینہ،
مگر پھر بھی مِرے فکرِ سخن کی آزمائش ہے

بہ ہر جادہ سنبھل کر چل، ذرا اے رہروِ اُلفت،
وفا کے امتحاں میں بانکپن کی آزمائش ہے

یہی آواز آتی ہے حریمِ حسن سے صادق
یہاں ہوش و خرد کی جان وتن کی آزمائش ہے

بنائِ شانِ خدا ہو مِری نگاہ میں تم
سراپا نور ہو دُنیا کی جلوہ گاہ میں تم

حبیبِ خاص ہو خالق کی بارگاہ میں تم
مجھے بھی رکھنا خدارا ذرا نگاہ میں تم

بسی تو ہو مِری اُلفت کی جلوہ گاہ میں تم
قتِ موت بھی رہنا مِری نگاہ میں تم

بصد خلوص دِل وجاں بھی پیشِ خدمت ہیں
قبول کرلو مجھے اپنی بارگاہ میں تم

ہماری شانِ سخاوت کا بول بالا ہے
فرق رکھتے نہیں ہو فقیر و شاہ میں تم

تمہاری ذات کو معراجِ ذات حاصل ہے
تمام خَلق سے بڑھ کر ہو عزّ و جاہ میں تم

ہرِ غنچہ و گل میں تمہارا حُسن و جمال
ماہتاب ستاروں کی جلوہ گاہ میں تم

اندھیرے جس کی تجلّی سے نور بن جائیں
اِک ایسی شمع جلا دو ہماری راہ میں تم

سبب ہے کہ ہر غم سے بے نیاز ہوں میں
ہوئے ہو ازل سے مجھے پناہ میں تم

بس اتنی عرض ہے تم سے تمہارے صادق کی
ہمیشہ رہنا مِرے دِل کی خانقاہ میں تم

وہ نگاہیں غم زدوں کے غم کا درماں ہو گئیں
بجھ رہی تھیں جس قدر شمعیں فروزاں ہو گئیں

تیری یادیں میرے افسانے کا عنواں ہو گئیں
تیرے جلوے کی تمنّائیں درخشاں ہو گئیں

عشق میں رہبر بنا ہے جذبۂ جوشِ جنوں
منزلیں راہِ وفا کی مجھ پہ آساں ہو گئیں

آج کل کچھ برہمی سی ہے نظامِ زیست میں
اور کیا ہو گا وہ زلفیں بھی پریشاں ہو گئیں

عشق کے دم سے مِلا، وہ سوز و سازِ زندگی
آرزوئیں بربطِ دل پر غزل خواں ہو گئیں

بحرِ ہستی میں تلاطم ہے کہ سیلابِ بلا،
بستیوں کی بستیاں ہی غرقِ طوفاں ہو گئیں

عشق میں وہ ہستیاں ہی قابلِ تعظیم ہیں
خاک ہو کر جو غبارِ کوُئے جاناں ہو گئیں

اُس کا جلوہ دیکھنا کچھ اِس قدر آساں نہیں
میری آنکھوں نے اُسے دیکھا تو حیراں ہو گئیں

کچھ نہ پوچھو انقلاباتِ محبّت کا اثر،
غم کی موجیں یوں اُٹھیں دل میں کہ طوفاں ہو گئیں

آپ کے جلووں نے ہر دل میں اُجالا کر دیا
آپ سے روشن ہزاروں شمعیں عرفاں ہو گئیں

میرے ذوقِ جستجو کو تُو نے بخشا وہ کمال
میری نظریں واقفِ اسرارِ پنہاں ہو گئیں

آپ کا کوچہ ہمیں خلدِ بریں سے کم نہیں
آپ کی گلیاں ہمیں راحت کا ساماں ہو گئیں

اب تو صادق رحمتِ حق پر ہے بخشش کا مدار
زندگی کی ساعتیں تو نذرِ عصیاں ہو گئیں

بزمِ جہاں ہے مطلعِ انوار کی طرح
تم ہو نظر میں مالک و مختار کی طرح

کوچہ ہے اُن کا مصر کے بازار کی طرح
بکنا پڑے گا یوسفِ دل دار کی طرح

کیسے پہنچ سکوں گا میں بزمِ جمال تک
دُنیا کھڑی ہے راہ میں دیوار کی طرح

ذوقِ نظر کے فیض سے اپنے ہی عکس کو
دیکھا ہے آئینے میں رُخِ یار کی طرح

مجھ پر یہ اُن کی یاد کا احسان دیکھئے
اِک اِک قدم پہ ساتھ ہے غم خوار کی طرح

آغوشِ موت میں بھی ترا انتظار ہے
آنکھیں کھُلی ہیں طالبِ دیدار کی طرح

ہر درد، دردِ عشق نہیں، اس کے باوجود
ہر غم کو رکھ لیا ہے غمِ یار کی طرح

کب دیکھئے وہ چشمِ کرم سے نواز دیں
مُنہ تک رہا ہوں میں بھی گنہگار کی طرح

ہر رہگذر کے موڑ پہ ہوتا ہے یہ گماں
دُنیا ہے تیرے گیسوئے خم دار کی طرح

صادق نصیب منزلِ دل یوں بھی ہوگئی
ہمراہ تھے وہ قافلہ سالار کی طرح
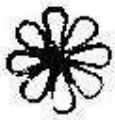
مرے ظرفِ نظر کو آزمانے کون آئے گا
جمالِ برق اب دِل پر گرانے کون آئے گا

مجھے محفل میں دیوانہ بنانے کون آئے گا
نگاہِ مست کے ساغر پلانے کون آئے گا

تمہاری یاد تو اک دن مجھے خود سے بُھلا دیگی
تمہارا غم مرے دِل سے بھلانے کون آئے گا

مرا دِل تیرے انوارِ تجلّی سے درخشاں ہے
اِس آئینے کو آئینہ بنانے کون آئے گا

یقیناً تا ابد زندہ رہیں گے تیرے دیوانے
جو تجھ پر مِٹ گئے اُن کو مٹانے کون آئے گا

زمانے کی نگاہیں منتظر ہیں اک زمانے سے
اب اپنے حسن کا جلوہ دکھانے کون آئے گا

ہم اپنی آتشِ غم سے خود اپنا گھر جلا لیں گے
ہمارے چار تنکوں کو جلانے کون آئے گا

زمانہ ہے تمہارا جس قدر چاہو ہنسو مجھ پر
تمہارے بعد اپنے ظلم ڈھانے کون آئے گا

ہماری زندگی کا ہر نفس پیغام ہے صادق
ہمارے بعد دُنیا کو جگانے کون آئے گا

رُخِ روشن کے پروانے بنے ہیں
ترے جلووں سے دیوانے بنے ہیں

نگاہِ ناز کی مستی نہ پوچھو
خرد والے بھی دیوانے بنے ہیں

ہمارا دِل ہے یا وادی جنوں کی
کہ ہر گوشے میں ویرانے بنے ہیں

کبھی جیسے تعلق ہی نہیں تھا
وہ ہم سے ایسے بیگانے بنے ہیں

حرم کے راہرو! دھوکا نہ کھانا
ہر منزل صنم خانے بنے ہیں

محبت میں جو دیوانے بنے ہیں
غمِ دُنیا سے بیگانے بنے ہیں

ہمیں پر کیوں ہے الزامِ محبت
بنایا ہے تو دیوانے بنے ہیں

ہمیں راس آگیا ہے موسمِ گُل
بہار آتے ہی دیوانے بنے ہیں

نہ جل جائیں کہیں برقِ اَلَم سے
اُمیدوں کے جو کاشانے بنے ہیں

حدیثِ عشقِ صادق ہم سے پوچھو
ہمارے غم سے افسانے بنے ہیں،

مانا کہ ہمیں عشق میں برباد کرو گے
مِٹ جائیں گے جب ہم تو ہمیں یاد کرو گے

تم ہم کو بھُلا کر بھی بہت یاد کرو گے
ایک ایک سے ذکرِ دلِ برباد کرو گے

تم سے تو یہ اُمّید نہیں تھی مرے دِل کو
دُنیا ہی کے انداز سے بیداد کرو گے

جتنے بھی ستم تم نے کئے سہ لئے میں نے
اب کون سا تازہ ستم ایجاد کرو گے

ناکام محبّت ہے اِس اُمّید پہ زندہ
ناشاد کیا ہے تو کبھی شاد کرو گے

میخانے کی عظمت کا سوال آئیگا جب بھی
مجھ رِندِ خرابات کو بھی یاد کرو گے

بندے کا تو ہر حال میں تکیہ ہے تمہیں پر
تم ہی مری ہر حال میں امداد کرو گے

سمجھوں گا اُسے بندگیِ عشق کا حاصل
جو کچھ بھی مرے حق میں تم ارشاد کرو گے

ہستی کے حسیں خواب کی تعبیر ملے گی
جب قیدِ جہاں سے مجھے آزاد کرو گے

ہو جاؤ گے بدنامِ وفا سارے جہاں میں
صادق تم اگر نالہ و فریاد کرو گے
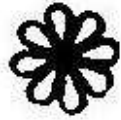
پلادے پیرِ مے خانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں
بنا لے اپنا دیوانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

یہ بزمِ ناز ہے جرأت ہے کس میں لب کشائی کی
یہاں کہنا ہے افسانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

میں اس اعزاز کے قابل نہ تھا تُو نے جو بخشا ہے
یہ الطافِ کریمانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

سکھا دے مجھ کو بھی آداب رندانہ مرے ساقی،
بتا دے رازِ مے خانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

یہ مہر و ماہ کیا، جام و سُبو کیا، غنچہ و گل کیا،
کیا خود سے بھی بیگانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

تصدق دین و ایماں، جان و دل اے شمع رُو تجھ پر
عطا کر سوزِ پروانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

نگاہِ مستِ ساقی سے بڑی امید ہے صادق
ملے گا کوئی پیمانہ مجھے آنکھوں ہی آنکھوں میں

❀
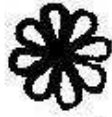
دِل میں اب کچھ بھی نہیں ایک تمنّا کے سِوا
کچھ نہ دیکھوں میں تمہارے رُخِ زیبا کے سِوا

بزمِ عالم ترے جلوؤں سے مزیّن ہے مگر
کس نے دیکھا ہے تجھے دیدۂ بینا کے سِوا

کوئی حسرت نہ رہی، کوئی تمنّا نہ رہی
تیری آنکھوں میں چھلکتی ہوئی صہبا کے سِوا

کیسے ممکن ہے کسی اور سے دِل کا درماں
کس نے سمجھا ہے مجھے میرے مسیحا کے سِوا

اور کیا نذر کروں میں تہی داماں اُن کو
خونِ دل، خونِ جگر، خونِ تمنّا کے سِوا

جب مرے خانۂ دِل میں ہو تمہیں جلوہ فگن
اور کیا دِل کو کہوں عرشِ معلّٰی کے سِوا

تیرے صادق کو ہیں آدابِ محبّت معلوم
سر جھکے گا نہ ترے نقشِ کفِ پا کے سِوا

مجھے دُنیا گدائے کوچۂ جاناں نہ کہتی ہے
زہے قسمت! کہ اُس کے حسن کا دیوانہ کہتی ہے

حدیثِ جام و مینا لغزشِ مستانہ کہتی ہے
سرور و کیف و مستی کا حسیں افسانہ کہتی ہے

ابد تک اپنی نظروں سے پلائے جا مجھے ساقی!
بصد حسرت یہ میری جرأتِ رندانہ کہتی ہے

نہیں معلوم یہ جوشِ جنوں کیا رنگ لائے گا
ابھی تو خیر سے دُنیا مجھے دیوانہ کہتی ہے

فدائے دوست ہو کر ہی مقامِ عشق ملتا ہے
وفا کی داستاں خاکِ پرِ پروانہ کہتی ہے

میں دستورِ وفا ہوں، اور آئینِ محبت بھی
اَزل سے آج تک دُنیا مرا افسانہ کہتی ہے،

نظر سے پینے والے ہی سمجھ سکتے ہیں اے صادق
ہزاروں راز چشمِ ساقیٔ میخانہ کہتی ہے
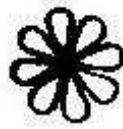
مرے دِل کو ہے نسبت آپ ہی سے — محبت کیوں مجھے ہوتی کسی سے

لرز جاتا ہوں پھولوں کی ہنسی سے — میں واقف ہوں مآلِ زندگی سے

کہیں ایسا نہ ہو دِل ٹوٹ جائے — نہ تم یوں پیش آؤ بے رُخی سے

ہم آئینہ ہیں اسرارِ وفا کا — ہمیں دیکھو، ہماری زندگی سے

نہ جانے عشق کا انجام کیا ہو — ہمارا دِل شکستہ ہے ابھی سے

مِری دیوانگی کی لاج رکھنا — مِرا دیوانہ پن ہے آپ ہی سے

بجز اُن کے کسی کو کیا سناؤں — مِلا ہے کیا جہاں کی دوستی سے

نگاہِ دوست کے قربان جاؤں — نوازا ہے مجھے دیوانگی سے

کرم کی آس رکھتا ہوں میں دِل میں — تمہاری شانِ بندہ پروری سے

فروزاں ہو رہی ہیں لاکھ شمعیں — مرے دِل میں تمہاری روشنی سے

وہ دُنیا ہو کہ ہو میدانِ محشر — تمہیں پہچان لونگا دُور ہی سے

مرے دِل میں سما جاؤ، خدارا! — مِلا دو زندگی کو زندگی سے

درخشاں ہے جہاں کا ذرہ ذرہ — تمہارے حُسن کی تابندگی سے

بسا رکھی ہے ارمانوں کی دُنیا
بڑی امید ہے صادق کسی سے
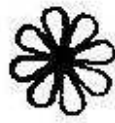
بت میں کبھی وہ صورتِ حالات آئے گی
د دُنیا کی زباں پر میرے غم کی بات آئے گی

مری دُنیائے ہستی میں جب اُن کی ذات آئے گی
پیامِ زندگی لے کر خوشی کی رات آئے گی

مینِ غم کو ہو جائے گی راحت رنجِ پیہم سے
ا پیغام لے کر جب بھی کوئی رات آئے گی

وہ جب محفل میں آئیں گے وہ جب جلوہ دکھائیں گے
مری دُنیا میں رنگ و نور کی برسات آئے گی

جس سے تیری ہستی پر کوئی الزام آجائے
ں پر بے خودی میں بھی نہ ایسی بات آئے گی

سُنا ہے آپ کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا
یقیں ہے میرے حصّے میں بھی کچھ خیرات آئے گی

تصنّع سے غرض کیا ہے ہمارا نام ہے صادق
ہمارے لب پہ جب آئے گی دِل کی بات آئے گی

ہے آفتابِ حُسن، لبِ بام دیکھئے
جلوے ہیں ہر نظر کے لئے عام دیکھئے

اُن کی نظر کے چلنے لگے جام دیکھئے
یہ ہے علاجِ گردشِ ایام دیکھئے

جوشِ جنوں پہ آئے نہ الزام دیکھئے
منہ پھیر لے نہ گردشِ ایام دیکھئے

زیبا نہیں ہے شکوۂ جور و جفائے دوست
تقدیر جو دکھائے وہ آلام دیکھئے

لاکھوں اسیر اُس نے رہا کر دئے مگر
رکھا ہے اِک ہمیں کو تہہِ دام دیکھئے

اِک اِک نفس ہے آئینہ مرگ و حیات کا
پیشِ نظر ہے ہر گھڑی انجام دیکھئے

ہے زندگی کے واسطے اک یہ بھی مشغلہ
ہر لمحہ دیکھئے اُنہیں ہر گام دیکھئے

اُس نے نقاب رُخ سے اُٹھایا نہ ہو کہیں
تابندہ ہو رہے ہیں در و بام دیکھئے

صادق ہے کس بلا کی کشش کوئے یار میں
ٹھہری ہوئی ہے گردشِ ایام دیکھئے
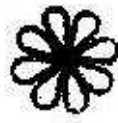
میں بندۂ عشق آپ کا ہوں کہ آپ ہیں خسروِ زمانہ
کرم کی مجھ پر نگاہ رکھنا یہ عرض ہے میری عاجزانہ

تمہارے حسن و جمال ہی سے حسین و رنگین ہے زمانہ
مجھے بھی کچھ روشنی عطا ہو کہ میرا دل ہے سیاہ خانہ

عطا ہو وہ بادۂ محبت، سرور ہو جس کا جاودانہ
میں ہوں رندِ خراب "تیرا" "نشۂ حسن" ساقیِ زمانہ

جستجوئے نظر تو دیکھو، یہ آرزوئے طلب تو دیکھو،
حریمِ جاناں ہے اور میں ہوں، مِرے مقدر کا کیا ٹھکانہ

ں تیری اِک اِک ادا کے صدقے، میں تیرے لطف و کرم کے قرباں
نگاہِ تیری ہے جس طرف بھی اُسی طرف آج ہے زمانہ

ی تو مجھ پہ رحم فرما، نفس نفس ہے اسیرِ عصیاں
ے کرم ہی کا آسرا ہے، ہیں کام سب میرے مجرمانہ

پوچھئے مجھ سے میرا مسلک، نہ پوچھئے مجھ سے میرا مشرب
رپائے ساقی پہ سر جھکا کر، نماز پڑھتا ہوں پنجگانہ

بقدرِ پیمانۂ تمنا، میں بادۂ عشق پی رہا ہوں
کرم ہے ساقی کا مجھ پہ صادق، ہے میری دنیا شراب خانہ
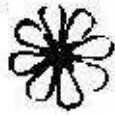
شدتِ رنج و غم نہ لے ڈوبے　　ہجر میں چشمِ نم نہ لے ڈوبے

رازدارِ اَلم نہ لے ڈوبے　　دردِ دل کا بھرم نہ لے ڈوبے

اکتفا کر عطائے ساقی پر　　حسرتِ بیش و کم نہ لے ڈوبے

ٹوٹ جائے کہیں نہ تارِ نفس　　کوششِ ضبطِ غم نہ لے ڈوبے

اے طلب گارِ منزلِ ہستی　　راہ کا پیچ و خم نہ لے ڈوبے

راہِ الفت سے بے نیاز گزر　　احتیاطِ قدم نہ لے ڈوبے

جلوۂ حسن کے تمنائی　　حسنِ دیر و حرم نہ لے ڈوبے

دشمنوں کے ستم کا خوف نہیں　　دوستوں کا کرم نہ لے ڈوبے

آج ہیں آپ ظلم پر مائل　　کل یہ شوقِ ستم نہ لے ڈوبے

آپ افسانہ سن رہے ہیں مرا　　آپ کو میرا غم نہ لے ڈوبے

چشمِ مشتاق کیوں الجھتی ہے　　کاکلِ خم بہ خم نہ لے ڈوبے

ہو نہ جائے وہ اور بھی برہم　　التجائے کرم نہ لے ڈوبے

اپنی عزت پہ ناز کر صادقِ
حرصِ جاہ و حشم نہ لے ڈوبے

ہمسر جو ترا عالمِ امکاں میں نہیں ہے
جو بات ہے تجھ میں کسی انساں میں نہیں ہے

حاصل ہے مجھے تیری محبت کا خزانہ
اب کون سی دولت مرے داماں میں نہیں ہے

معراجِ جنوں ہے مِری تقدیر میں شاید
اِک تار بھی دامان و گریباں میں نہیں ہے

ہم بے خود و مخمور ہیں ساقی کے کرم سے
ہم سا بھی کوئی محفلِ رِنداں میں نہیں ہے

تنویرِ رُخِ یار ہے، تصویرِ رُخِ یار
کچھ اور مِرے دیدۂ حیراں میں نہیں ہے

تا حدِّ نظر میری نظر میں ہیں بہاریں
تُو ہی تو کہیں دِل کے گلستاں میں نہیں ہے

تیری ہی تمنّا ہے مجھے تیری ہی حسرت
دُنیا مِرے جذبات کے طوفاں میں نہیں ہے

اعجاز ہے یہ ساقیٔ محفل کی نظر کا
تشنہ کوئی مے خانۂ عرفاں میں نہیں ہے

کیوں خُلدِ بریں کی ہو تمنّا مجھے صادق
کیا خُلدِ بریں کوچۂ جاناں میں نہیں ہے

عشق میں جو بھی رہے بندۂ جاناں ہو کر
جگمگائے ہیں وہی مہرِ درخشاں ہو کر

راز رہتا ہی نہیں پھر کوئی پنہاں ہو کر
جب محبت تری رہتی ہے رگِ جاں ہو کر

آدمیت نہ گریزاں ہو پشیماں ہو کر
کاش اِس دَور کا انساں رہے انساں ہو کر

جب تک اِدراک کی حد میں تھا مجھے ہوش نہ تھا
ہوش آیا ہے مجھے چاک گریباں ہو کر

بحرِ الفت میں کبھی وہ بھی مقام آتا ہے
موج اُٹھتی ہے جب آلام کا طوفاں ہو کر

مجھ کو جینے ہی نہ دیتے غم و آلامِ جہاں
تم نہ رہتے جو مرے درد کا درماں ہو کر

اس لئے بزمِ ملائک میں ہے چرچا میرا
تم رہے ہو مرے افسانے کا عنواں ہو کر

یہ سعادت بھی مجھے آپ عنایت کر دیں
عمر بھر میں بھی رہوں بندۂ احساں ہو کر

آپ اگر روئے منور سے اُٹھا دیں گے نقاب
سیکڑوں آئینے رہ جائیں گے حیراں ہو کر

تیرا در چھوڑ کے جائیں، وہ کہاں لے ساقی
آج تک جو رہے مستِ مئے عرفاں ہو کر

یہ مرا ظرف ہے یہ میرا کلیجہ صادق
کون جلتا ہے چراغِ شبِ ہجراں ہو کر
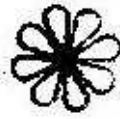
کوئی مشہورِ جہاں ہوگا کسی کے نام سے
ہم پکارے جائیں گے بس آپ ہی کے نام سے

دل لرز جاتا ہے پھولوں کی ہنسی کے نام سے
اشک آ جاتے ہیں آنکھوں میں خوشی کے نام سے

رزوئیں رقص فرما ہیں کسی کے نام سے
زندگی کتنی حسیں ہے زندگی کے نام سے

بندہ پرور آپ نے بخشا ہے سوز و سازِ دل
زندگی میں نغمگی ہے آپ ہی کے نام سے

رنگ لائیں گی جنونِ شوق کی سرگرمیاں
شق کو وہ ربط ہے دیوانگی کے نام سے

میری آنکھوں میں ضیا ہے آپ ہی کے حسن کی
میرے دل میں روشنی ہے آپ ہی کے نام سے

ا کوچہ ہے نظر میں رشکِ فردوس بریں
لد بھی مشہور ہے تیری گلی کے نام سے

ایک ساغر جس نے آنکھوں سے پلایا تھا مجھے
میری مے نوشی سلامت ہے اسی کے نام سے

ردو غم، رنج و مصیبت، حسرت و امید و یاس
ں قدر طوفاں اٹھے ہیں آدمی کے نام سے

دل میں صادق روز افزوں ہے ضیائے عشقِ دوست
شمع روشن ہو رہی ہے دوستی کے نام سے

عشق نے کیا کیا کیے کارِ نمایاں دیکھیے
اپنا دامن دیکھیے، میرا گریباں دیکھیے

اس کو کہتے ہیں زبانِ عشق میں معراجِ دل
میں ہوں مصروفِ طوافِ کوئے جاناں دیکھیے

آپ دُہراتے ہیں دُنیا بھر کے افسانے مگر
میری ہستی کے بھی اوراقِ پریشاں دیکھیے

غم کے طوفانوں سے ٹکرانا کوئی آساں نہیں
ہر قدم پر کون ہے میرا نگہباں دیکھیے

بندہ پرور پہلے اپنی رحمتوں پر اِک نظر
اور اُس کے بعد میری فردِ عصیاں دیکھیے

دِل کے ہر گوشے میں ہے پرتوِ جمالِ دوست کا
میری دنیائے محبت ہے درخشاں دیکھیے

درد سینے میں، جگر میں داغ، دِل میں زخم ہیں
کس قدر شاداب ہے میرا گلستاں دیکھیے

اپنا غم دے کر شعورِ زندگی بخشا مجھے
بندۂ مجبور پہ یہ اُن کا احساں دیکھیے

ہونے والی ہے مری ہستی کو معراجِ جنوں
دستِ وحشت میں ہیں دامان و گریباں دیکھیے

منزلِ صبر و رضا صادقؔ کوئی آساں نہیں
مثلِ یوسفؑ اب درودیوارِ زنداں دیکھیے
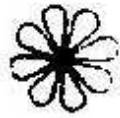
تارِ نفس ہے ٹوٹنے والا
ہر ساتھی ہے چھوٹنے والا

ہستی کے اب راز کھلیں گے
وہ چشمہ ہے پھوٹنے والا

کشتیٔ دِل ہے ڈوبنے والی
ساحل ہے اب لوٹنے والا

اپنی حقیقت سے غافل ہے
عیشِ زمانہ لوٹنے والا

جام و سبو ہیں ٹوٹنے والے
میخانہ ہے چھوٹنے والا

ساقی کا اندازِ نظر ہے
ہوش و خرد کو لوٹنے والا

آج اچانک دِل دھڑکا ہے
شاید غم ہے ٹوٹنے والا

مجھ کو لوٹا میری ہوس نے
کوئی نہیں تھا لوٹنے والا

آج نہیں تو کل اے صادق
نظمِ جہاں ہے ٹوٹنے والا
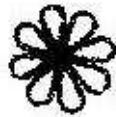
ہجر میں گریۂ پیہم کے سوا کچھ بھی نہیں
میری تقدیر میں کیا غم کے سوا کچھ بھی نہیں

میرے افسانۂ دِل میں ہے تصرف تیرا
میری رُوداد ترے غم کے سوا کچھ بھی نہیں

میں بتاؤں تمہیں دُنیا کی حقیقت کیا ہے
ایک افسانۂ مبہم کے سوا کچھ بھی نہیں

یہ میری چشمِ تصورّ کا کرشمہ ہی تو ہے
دِل میں اُس جانِ دو عالم کے سوا کچھ بھی نہیں

میں کہاں اور کہاں بادۂ عیش و عشرت
میرے ساغر میں مئے غم کے سوا کچھ بھی نہیں

یہ تری چشمِ توجہ کا اثر ہے شاید
میرا عالم ترے عالم کے سوا کچھ بھی نہیں

چار سانسوں پہ ہے کیوں اتنا بھروسہ صادق
زیست شیرازۂ برہم کے سوا کچھ بھی نہیں
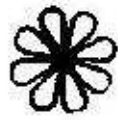
وہ پردہ دار پردے سے اگر باہر نکل آئے
نظامِ بزمِ عالم کیا تہہ و بالا نہ ہو جائے

محبت جس بشر کی زیست کا عنوان بن جائے
بجا ہے جس قدر وہ اپنے دل پر ناز فرمائے

وہی میری کہانی ہے کہ جو ہر لب پہ آ جائے
وہی میرا فسانہ ہے زمانہ جس کو دہرائے

تمہارے عشق نے مجھ پر بڑے احسان فرمائے
کہ مجھ کو زندگی و موت کے اسرار سمجھائے

چمن میں کھِلنے والے پھول کس صورت سے مُرجھائے
مری آنکھوں سے کوئی دیکھ لے تو دِل لرز جائے

تمہارے آستاں کا جو کوئی دیوانہ کہلائے
تمہیں کہدو وہ دُنیا کے لئے کیوں ٹھوکریں کھائے

زمانے سے ہمیں کیا ہے ہمارا مُدّعا تم ہو
بدلنا چاہتا ہے یہ زمانہ تو بدل جائے

ابھی تو ہم زمانے کی نظر میں کچھ نہیں لیکن
یہ ممکن ہے ہمارے بعد دُنیا ہوش میں آئے

کوئی مجبور ہے کیوں اور کیوں مختار ہے کوئی
جہاں والوں کو یہ رازِ مشیّت کون سمجھائے

نہ جانے کیا بنا دیتا خیالِ ماسوا مجھ کو
بہت اچھا کیا تم میری دنیا میں چلے آئے

نہ جانے کس کی صورت دیکھ کر آیا ہے دیوانہ
کہ اُس کے خیرِ مقدم کے لئے دیر و حرم آئے

ہمیں بھی اک نظر جلوہ دِکھا اے داورِ محشر
کلیمؑ و طُور کا قصہ کہاں تک کوئی دہرائے

بَلا کے رنج و غم درپیش ہیں راہِ محبت میں
ہماری منزلِ دل تک ہمیں اللہ پہنچائے

تِری خاطر ہی اُس نے ٹھوکریں کھائیں زمانے کی
تِرے دَر سے اب اُٹھ کر تیرا دیوانہ کہاں جائے

ابھی تک تو غبار آلود ہے آئینہ ہستی
جو چاہیں آپ تو یہ آئینہ، آئینہ بن جائے

مئے عشرت کے بدلے زہرِ غم تھا اپنے ساغر میں
کچھ ایسے بھی ہماری زِیست میں لیل و نہار آئے

مرادِ دل کہہ رہا ہے اس میں کوئی راز پنہاں ہے
دمِ آخر اِک عالم آگیا ہے وہ نہیں آئے

فقیری اس کی سلطانی سے کم ہوتی نہیں صادق
طلب ہوتے ہوئے بھی ہاتھ جو اپنے نہ پھیلائے

اِک دو قدم بھی جو تری راہوں میں آ گئے
وہ خوش نصیب تیری پناہوں میں آ گئے

حُسن و جمالِ دوست کا عالم نہ پوچھئے
جلوے سِمٹ کے میری نگاہوں میں آ گئے

جینے نہ دیتے ہم کو زمانے کے حادثے
اچھا ہُوا کہ تیری پناہوں میں آ گئے

دِل کو متاعِ راحت و تسکین مِل گئی
وہ مُسکرا کے جب بھی نگاہوں میں آ گئے

ظرفِ نظر کی بات ہے ہم اُن کی بزم سے
کیفِ حیات لے کے نگاہوں میں آ گئے

دیر و حرم میں چل دیئے دیر و حرم کے لوگ
جو رِند تھے وہ تیری پناہوں میں آ گئے

مَیں نے ہزار سجدے کئے ہیں بصد نیاز
جب تیرے نقشِ پا مری راہوں میں آ گئے

وہ بے نیازِ گردشِ ایام ہو گئے
اے عشق! جو بھی تیری پناہوں میں آ گئے

جب تک قریب تھے وہ نگاہوں سے دُور تھے
جب دُور ہو گئے تو نگاہوں میں آ گئے

صادِق نصیب ہو گی مجھے صبحِ آرزُو
وہ شام ہی سے میری نگاہوں میں آ گئے
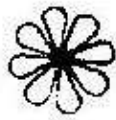
محبت کے لئے مشہور ہیں ہم — تجلی تم، کلیمِ طور ہیں ہم
کہیں کیا، کس قدر مجبور ہیں ہم — ترے ہو کر بھی تجھ سے دور ہیں ہم
شرابِ عشق سے مخمور ہیں ہم — تمہارے رند ہی مشہور ہیں ہم
روایاتِ کہن ہیں ہم سے زندہ — بہر عہدِ نوی منصور ہیں ہم
ہمارے دم سے تزئینِ جہاں ہے — ازل سے آج تک دستور ہیں ہم
خدا رکھے یہ اعجازِ تصور، — قریبِ جلوہ گاہِ طور ہیں ہم
ضیا پائی ہے ذرّوں نے ہمیں سے — تمہارے نور سے معمور ہیں ہم
ہمارا دل ہے جلووں سے مزین — کہ شیدائے رخِ پر نور ہیں ہم
ہمیں ہے ناز اپنی میکشی پر — عجب انداز کے مخمور ہیں ہم
کھلیں اسرارِ پنہاں کیسے ہم پر — نظر سے اپنی جب مستور ہیں ہم
اسی کا نام ہے رازِ مشیت، — کہ مختاری پہ بھی مجبور ہیں ہم

بھروسہ ہے ہمیں رحمت پہ صادق
گنہگارِ جہاں مشہور ہیں ہم

اس درجہ ذوقِ دید میں وارفتگی رہی
وہ سامنے تھے اور نظر ڈھونڈتی رہی

آنکھوں میں اشک چہرے پہ افسردگی رہی
غربت نصیب کی تو یہی زندگی رہی

سچ ہے کسی نگاہ میں رہتی نہ میری بات
تیرا کرم رہا تو مری بات بھی رہی

مانوس تیرے غم سے رہا ہوں میں اس طرح
جیسے تمام عمر میسر خوشی رہی

صد شکر ہر نفس مجھے پاسِ وفا رہا
فرطِ الم میں بھی مرے لب پر ہنسی رہی

تیری نگاہِ لطف و کرم تو رہی مدام
لیکن ہمارے ذوقِ طلب میں کمی رہی

پھر بھی نہ کوئی دیکھ سکا تیری ذات کو
ہر سمت تیرے حسن کی جلوہ گری رہی

میری جبینِ شوق رہی پائے ناز پر
تا زندگی نصیب مجھے بندگی رہی

ہر چند حادثوں نے کیا مجھکو پائمال
لیکن تمہاری یاد مرے ساتھ ہی رہی

قسمت بگڑ گئی تو زمانہ بدل گیا
دنیا ہمارے ساتھ تھی جب تک بنی رہی

سچ ہے یہ معجزہ ہے فقط عشقِ دوست کا
صادق ہمارے قلب میں اک روشنی رہی

یہ تِری نگاہ کا فیض ہے مجھے تیرے عشق کے غم ملے
مگر آرزوئے حیات سے ملے جس قدر بھی وہ کم ملے

مِرا مدعا تری ذات ہے یہی آرزوئے حیات ہے
تِرا درد بھی جو ملے مجھے بصد التفات و کرم ملے

ترا عشق ہے مری زندگی، تری یاد ہے مری بندگی
وہیں میں نے سر کو جھکا لیا جہاں تیرے نقشِ قدم ملے

تِرا کوچہ گلشنِ حسن ہے، تِرا کوچہ باغِ بہشت ہے
تِرے کوچے میں جو چلے گئے، وہی بے نیازِ ارم ملے

مرے دِل پہ اِس کا اثر ہو کیوں کہ زمانہ مجھ سے بدل گیا
یہ ہزار شکر کی بات ہے، مجھے تیرے لطف و کرم ملے

یہ مری نگاہ کی رفعتیں، یہ مرے خیال کی وسعتیں
کبھی بُت کدے میں ملے مجھے، کبھی وہ مقیمِ حرم ملے

جہاں رقص میں ہیں تجلیاں، جہاں ذرّہ ذرّہ ہے ضوفشاں
یہی صادق اپنی ہے آرزو کہ مجھے وہ کوئے صنم ملے

جگانے سے کسی کے کب کوئی فرزانہ جاگے ہے
جسے تم سے محبت ہے وہی دیوانہ جاگے ہے

بظاہر بند ہیں آنکھیں، دلِ دیوانہ جاگے ہے
نہ جاگے کوئی لیکن بندۂ جانانہ جاگے ہے

شعورِ میکشی حاصل ہے ہم کو روزِ اوّل سے
بہر عالم ہماری فطرتِ رندانہ جاگے ہے

وہ پتھر ہے نہیں جس دل میں پنہاں حسرتِ جلوہ
وہ دل ہے جس میں ذوقِ جلوۂ جانانہ جاگے ہے

یہ مانا، زندگی کی رہ گذر تاریک ہے لیکن
یہی منزل ہے جس میں ہمتِ مردانہ جاگے ہے

ازل سے آبلہ پا ہیں جو تیری راہ میں اب تک
انہیں کے خیر مقدم کے لئے ویرانہ جاگے ہے

صراحی وجد میں، گردش میں ساغر، رقص میں مینا
نگاہِ مست سے میخانے کا میخانہ جاگے ہے

ترے قدموں کی آہٹ ہی جگا سکتی ہے دنیا کو
تری رفتار ہی سے کعبہ و بت خانہ جاگے ہے

ابد تک اس لئے قائم رہے گی محفلِ رنداں
کوئی جاگے نہ جاگے ساقیٔ مے خانہ جاگے ہے

محبت چاہتی ہے زیست کا ایثار اے صادق
نثارِ شمع ہو کر قسمتِ پروانہ جاگے ہے

✻
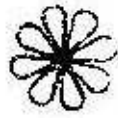
اُن مست نگاہوں سے جو محروم رہے ہیں
وہ رِندِ لبِ جام و سُبو چوم رہے ہیں

جب سے تری صورت مری آنکھوں میں بسی ہے
انوار نگاہوں میں مری گھوم رہے ہیں

معراجِ عبادت ہے ترے رُخ کا تصوّر
قدسی بھی مری لوحِ جبیں چوم رہے ہیں

دنیائے محبت میں حوادث کے تھپیڑے
ایک ایک قدم پر مرا مقسوم رہے ہیں

پا کر بھی ہمیں پا نہ سکے گا یہ زمانہ
ہم اپنے لئے آپ ہی موہوم رہے ہیں

اللہ رکھے ولولۂ عشق سلامت
طوفانِ اَلَم میرے قدم چوم رہے ہیں

یُوں یوں بھی ہوا عشق کے اسرار کا حامل
افسانۂ ہستی کا وہ مفہوم رہے ہیں

اللہ رے کیا سحر تھا وہ نغمہ اَزل کا
اس وقت بھی یہ ارض و سما جھوم رہے ہیں

وہ شمسؒ ہوں منصورؒ ہوں یا حضرتِ سرمدؒ
سب عشق کے عنوان سے موسوم رہے ہیں

تھا جذبۂ ایثار و وفا جن کے دِلوں میں
صادق وہی ہر دَور میں مخدوم رہے ہیں

مضطرب دِل ہے آپ ہی کے لئے
آپ آجائیں دو گھڑی کے لئے

دیر و کعبہ کا احترام بجا
منتخب تم ہو بندگی کے لئے

تیرا نقشِ قدم ہی کافی ہے
ساری دُنیا کی رہبری کے لئے

اب اندھیروں کا کام ہی کیا ہے
آپ ہیں دِل کی روشنی کے لئے

تیری آنکھوں کے جام ہیں ساقی
تیرے رندوں کی میکشی کے لئے

اور کچھ آرزو نہیں دِل کی
اپنا غم دے دو زندگی کے لئے

میں نے دُنیا کی تہمتیں لے لیں
صرف اِک تیری دوستی کے لئے

مجھ کو جینے کی آرزو، تو نہیں
جی رہا ہوں تری خوشی کے لئے

میں نے دِل کا لہو بہایا ہے
کتنے غنچوں کی تازگی کے لئے

روزِ اوّل سے آج تک صادِق
ہم مقرّر رہیں عاشقی کے لئے
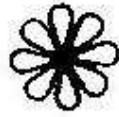
اقرار معصیت کا مری چشمِ نم میں ہے
بخشش مری حضورؐ کے لطف و کرم میں ہے

کچھ غم نہیں سفینہ جو طوفانِ غم میں ہے
امن و اماں تو دامنِ شاہِ اُممؐ میں ہے

زیرِ قدمؐ ہے آپ کے اقلیمِ کائنات
شانِ خدا حضورؐ کے جاہ و حشم میں ہے

اے اضطرابِ دل! مجھے لے چل ترے نثار
لطفِ حیات کوچۂ شاہِ اُممؐ میں ہے

یہ آرزو ہے سارے جہاں کو نصیب ہو
جو کچھ حضورؐ آپ کی چشمِ کرم میں ہے

میری نظر سے کوئی ذرا دیکھے آپ کو
حُسن و جمالِ ذاتِ شہِ محترمؐ میں ہے

میرا الم بھی آپ سے منسوب ہو گیا
پرتو کچھ آپ کا مری رُودادِ غم میں ہے

ہیں رہروانِ منزلِ عرفاں جو مطمئن
معراج اُن کی آپ کے نقشِ قدم میں ہے

کچھ بھی نہیں بس آپ کا الطاف چاہیئے
سرمایۂ حیات ۔ نگاہِ کرم میں ہے

پیتا ہو جو حضور کی آنکھوں سے روز و شب
ایسا بھی بادہ خوار کوئی آج ہم میں ہے

لاکھوں برس جو عرش کی قندیل میں رہی
وہ روشنی تو آج بھی شمعِ حرم میں ہے

صادقؔ مجھے ہے ناز ثنائے رسولؐ پر
ذکرِ حضورؐ، قسمتِ دست و قلم میں ہے

ہر اِک امتحانِ حیات سے، جو ہماری ذات گزر گئی
یہ تمہارے عشق کا فیض ہے، رہِ مشکلات گزر گئی

وہ ترے جمال کی خوبیاں، وہ ترے خیال کی مستیاں
وہ ہجومِ جلوۂ حسن تھا، کہ اَلم کی رات گزر گئی

مِرے دِل میں دِید کی حسرتیں شب و روز لیتی ہیں کروٹیں
یوں گزرنے کو تو نِگاہ سے، تری کائنات گزر گئی

وہاں ذرّہ ذرّہ ہے ضوفشاں، وہاں غنچہ غنچہ ہے گلستاں
کہ جہاں جہاں سے تری نظر، بصد التفات گزر گئی

کبھی وہ تھے بزمِ خیال میں، کبھی میں تھا بزمِ جمال میں
کبھی یوں بھی رات گزر گئی، کبھی یوں بھی رات گزر گئی

مِری زندگی کو نفس نفس، ہے ترے کرم ہی کا آسرا
کہ جہانِ یاس و امید میں، مِری سب حیات گزر گئی

مجھے اُن کے عشق پہ فخر ہے، مجھے اُن کی ذات پہ ناز ہے
وہیں صادق اُن کا کرم ہوا، جہاں سر سے بات گزر گئی
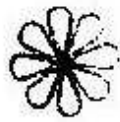
محبت میں بہت دشوار ہے ثابت قدم رہنا
محبت ہے تو پابندِ رضا بھی کم سے کم رہنا

یہ راہِ عشق ہے اس میں بہت الزام آئیں گے
تجھے لازم ہے رہرو بے نیازِ رنج و غم رہنا

محبت کے لئے قربان کر دے زندگی اپنی
نہ ہو ایثار تو ممکن نہیں دِل کا بھرم رہنا

عطا کر دے گا ہم کو سرفرازی دونوں عالم کی
تمہارے آستانے پر ہمارا سر بہ خم رہنا

تصوّر تک بہارِ خُلد کو آنے نہیں دے گا
نظر میں تیرے کوچے کا گلستانِ اِرم رہنا

ہماری زندگی وقفِ طوافِ کوئے جاناں ہے
ہمارے راستے سے دُور اے دیر و حرم رہنا

دَمِ آخر رہیں اشکِ ندامت میری آنکھوں میں
مزا دے جائے گا محشر کے دن آنکھوں کا نم رہنا

حقیقت میں تری شانِ کریمی ہی کے شایاں ہے
ہمارے حال پر ہر حال میں تیرا کرم رہنا

خدا جب تک نہ دے توفیق صادق غیر ممکن ہے
تبسّم زیرِ لب دل میں زمانے بھر کا غم رہنا
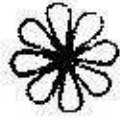
آپ کی محبت کا، ہر قدم سہارا ہے
آپ ہی کا غم مجھ کو، زندگی سے پیارا ہے

ہر طرف تلاطم ہے، دُور اب کنارا ہے
میری کشتیٔ دِل کو، آپ کا سہارا ہے

بات اتنی سمجھی ہے، بندۂ محبت نے
زندگی جسے کہیے، آپ کا اشارا ہے

وقتِ دستگیری ہے، رحم کیجئے مجھ پر
آپ پر بھروسہ ہے، آپکو پکارا ہے

دُور تک اُجالا ہے، زندگی کی راہوں میں
بندۂ محبت کا، اوج پر ستارا ہے

آپ کو بتاؤں کیا، آپ کی جُدائی میں
کیسے رات کاٹی ہے، کیسے دِن گزارا ہے

جس سے ہے قرارِ دِل، جس سے ہے سکونِ جاں
ذات وہ تمہاری ہے، نام وہ تمہارا ہے

جذبۂ جنوں اپنا، کام آگیا آخر
آج اُن کی محفل میں، تذکرہ ہمارا ہے

غرقِ بحرِ عصیاں ہے اِک نگاہ صادق پر
بیکسی کا عالم ہے، آپ کو پکارا ہے،
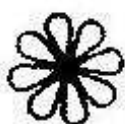
وہ حسنِ ناز اُلٹ دے اگر نقاب ابھی
ہر ایک ذرّہ بنے رشکِ آفتاب ابھی

حریمِ ناز میں ہے کون باریاب ابھی
ہمیں ہوئے ہیں محبت میں کامیاب ابھی

یہ کہہ رہے ہیں عروسِ بہار کے تیور
یہ کچھ اور ہوں گے خرابِ جنوں، خراب ابھی

مرے قریب سے گزرے، نہ گردشِ دوراں
پلا رہے ہیں نگاہوں سے وہ شراب ابھی

حجاب اپنی نظر سے ذرا اٹھا کر دیکھ
ہر آئینے سے ملے گا تجھے جواب ابھی

ابھی تو محوِ جمالِ رُخِ حبیب ہوں میں
یہ کہہ دو داورِ محشر! نہ لے حساب ابھی

یہ کچھ اور پردۂ الفاظ سے نکل آؤ
زمانہ چاہتا ہے اور آب و تاب ابھی

کبھی تو گوش بر آواز ہوں گے وہ صادق
نہ توڑ سلسلۂ نغمہ و رُباب ابھی
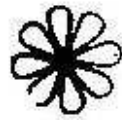
جو مجھ پر ہنس رہے ہیں عاشقی کا راز کیا جانیں
انہیں ہنسنے دو یہ دیوانگی کا راز کیا جانیں

مئے عشرت کے متوالے خودی کا راز کیا جانیں
جو خود سے بے خبر ہوں آگہی کا راز کیا جانیں

ہماری زندگی پیغام ہے خود زندگانی کا
مگر ہم لوگ اپنی زندگی کا راز کیا جانیں

میسر ہی نہیں جن کے دِلوں کو سوزِ پروانہ
وہ شمعِ حسن کی تابندگی کا راز کیا جانیں

ہزاروں غم چھپا رکھے ہیں آغوشِ تبسم میں
مرے احباب میری زندگی کا راز کیا جانیں

ہماری سادگی ہی موردِ الزام ٹھہری ہے
زمانے ہم تری بازی گری کا راز کیا جانیں

وہ انساں جو کبھی گزرے نہیں ہیں دشتِ غربت سے
کسی کی بیکسی و بے بسی کا راز کیا جانیں

پرستارِ وفا واقف ہیں اسرارِ محبت سے
مگر جو بوالہوس ہیں عاشقی کا راز کیا جانیں

محبت ہی نہ ہو تو قُربِ اُن کا غیر ممکن ہے
جو مجھ پر معترض ہیں بندگی کا راز کیا جانیں

نہیں جن کا تعلق ساقئ محفل کی آنکھوں سے
وہ فرزانے مری وارفتگی کا راز کیا جانیں

حقیقت آشنا لاکھوں میں کوئی ایک ہوتا ہے
خردمندانِ عالم آگہی کا راز کیا جانیں

محبت کی ضیا سے جن کے دِل محروم ہیں صادِق
وہ میری زندگی کی روشنی کا راز کیا جانیں

اُن کی نظر کا مجھ کو اِشارا مِلا تو ہے
مجبورِ آرزو کو سہارا مِلا تو ہے

مایوسیوں میں تیرا سہارا مِلا تو ہے
طوفانِ غم میں مجھ کو کنارا مِلا تو ہے

ممکن ہے اب نصیب ہو معراجِ زندگی
نقشِ قدم جبیں کو تمہارا مِلا تو ہے

شاید اب آئیں راس محبت کے روز و شب
قسمت کا بھی کہیں اُن سے ستارا مِلا تو ہے

لطفِ نگاہِ ناز نے سمجھا دیا ہمیں
دُنیا میں کوئی ہم کو ہمارا مِلا تو ہے

اب فکر کیا رہے مجھے روزِ حساب کی
مجھ کو ترے کرم کا سہارا مِلا تو ہے

اب زندگی ملے گی مرے سوزِ عشق کو
دِل کو تمہارے غم کا شرارا مِلا تو ہے

بجھے ہوئے تھے ہم تو ہمیں غم نصیب ہیں
صادق بھی ایک درد کا مارا مِلا تو ہے

عشق میں جب چھوڑ آئے کعبہ و بتخانہ ہم
پھر کہیں پہنچے قریبِ کوچۂ جانانہ ہم

کس لئے چھیڑیں کلیمؑ و طور کا افسانہ ہم
اپنے دِل میں کیوں نہ دیکھیں جلوۂ جانانہ ہم

صبح سے تا شام ہیں درپیش پیہم حادثے
روز اب ترتیب دیتے ہیں نیا افسانہ ہم

تُو بھی اب اُن کی سی کہتا ہے ہمیں معلوم ہے
تیری باتوں میں نہ آئیں گے دِلِ دیوانہ ہم

راہرو سے کہہ رہے ہیں منزلوں کے فاصلے
آزمانا چاہتے ہیں ہمتِ مردانہ ہم

ہو گئے ہم منزلِ عشق و وفا میں کامیاب
بن گئے گرد و غبارِ کوچۂ جانانہ ہم

اس طرح ہم نے مٹائے اپنی ہستی کے نقوش
رفتہ رفتہ بن گئے ہیں آپ کا افسانہ ہم

ڈگمگانے کا ہوا کرتا ہے جن میں احتمال
ایسی راہوں سے گذر جاتے ہیں بیباکانہ ہم

شوخیٔ سُوئی دیکھ کر اکثر فضائے میکدہ
چھیڑ دیتے ہیں حدیثِ بادہ و پیمانہ ہم

یہ تعجب ہے کہ دُنیا پھر بھی ہے نا آشنا
کہہ رہے ہیں اک زمانے سے ترا افسانہ ہم

دِل میں رکھتے ہیں بلا کا جذبۂ رندانہ ہم
گردشِ دوراں سے ٹکرا دیتے ہیں پیمانہ ہم

اپنے دامن میں تو اے صادقؔ متاعِ فقر ہے
زندگی اپنی گزاریں کیوں نہ پھر شاہانہ ہم
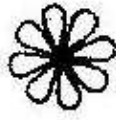
تری محفل میں جب بھی ذکرِ دورِ جام آئے گا
ہمارا تذکرہ ہوگا ہمارا نام آئے گا

نقابِ رخ اُلٹ کر جب وہ سوئے بام آئے گا
بپا ہوگی قیامت حشر کا ہنگام آئے گا

یہ محشر ہے یہاں حسنِ عمل ہی کام آئے گا
یہاں جو آئے گا وہ لرزہ براندام آئے گا

تمہارے ہجر میں جب موت کا پیغام آئے گا
پئے تسکینِ دل لب پر تمہارا نام آئے گا

تمہارے نامِ نامی میں عجب تاثیر پاتا ہوں
یہاں بھی کام آتا ہے وہاں بھی کام آئے گا

ہزاروں تہمتیں مجھ پر محبت کی بدولت ہیں
مگر اب دیکھنا ہے اور کیا الزام آئے گا

جہاں بھی زندگی میں امتحاں درپیش آئیں گے
تمہارے فیضِ نسبت کا سہارا کام آئے گا

جو باقی ہیں نفس کے تار وہ بھی ٹوٹ جانے دو
پھر اُس کے بعد تو آرام ہی آرام آئے گا

یقیں ہے ساقیٔ محفل کی نسبت کام آئے گی
نگاہوں سے جوابِ گردشِ ایام آئے گا

اُن آنکھوں سے مئے رنگیں چھلکتی ہے سرِ محفل
وہ تشنہ رہ نہیں سکتا جو تشنہ کام آئے گا

اسی اُمید پر بیٹھا ہوا ہوں بزمِ ساقی میں
ہزاروں گردشوں کے بعد مجھ تک جام آئے گا

وہ مجھ سے آج برہم ہیں تو کوئی غم نہیں صادق
محبت کا جنوں ہے اِک نہ اِک دن کام آئے گا
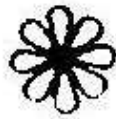
تو ہے پنہاں دِل کے سوز و ساز میں
تیرے نغمے ہیں مری آواز میں

بے تکلّف گفتگو فرمایئے
راز کی باتیں رہیں گی راز میں

اِک نظر میں وہ مجھے سمجھا گئے
لطفِ ہستی ہے نیاز و ناز میں

دیکھنے والے! نظر پیدا کریں
اُن کے جلوے ہیں ہر اِک انداز میں

جوشِ وحشت کا کرشمہ دیکھئے
مجھ کو لے آیا حریمِ ناز میں

دیکھئے انجام کیا ہو، عشق کا
دِل شکستہ ہو گیا آغاز میں

ہوش والے بھی گریباں چاک ہیں
جانے کیا شے ہے نگاہِ ناز میں

جھوم اُٹھتی ہے فضائے کائنات
وہ کشش ہے روح کی آواز میں

کون ہے صادق کے دِل میں جلوہ گر
تو اگر ہے پردہ ہائے راز میں
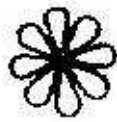
سکونِ دل کو پلا ساقی کا نام آنے سے پہلے ہی
مٹا ہر نقشِ غم گردش میں جام آنے سے پہلے ہی

محبت کا جنوں کچھ اس قدر آساں نہیں ہوتا
اجل آجاتی ہے اُلفت کا جام آنے سے پہلے ہی

تری زلفوں کے شیدائی تری آنکھوں کے دیوانے
اسیرِ دام ہو جاتے ہیں دام آنے سے پہلے ہی

مجسّم ہے تمہارے حُسن کا عالم نگاہوں میں
تمہیں دیکھا ہے میں نے سوئے بام آنے سے پہلے ہی

جو دیوانے ہیں تیرے وہ تجھے پہچان لیتے ہیں
ترے کوچے کا کوئی بھی مقام آنے سے پہلے ہی

چراغِ اشکِ غم سے روشنی بخشی ہے راہوں کو
کیا اُن کے لئے یہ اہتمام آنے سے پہلے ہی

یقیناً یہ کرشمہ ہے ہمارے ہی تصوّر کا
حجاباتِ نظر اُٹھے مقام آنے سے پہلے ہی

یہاں تک پاسِ آدابِ محبت ہے مرے دل کو
جھکا لیتا ہوں گردن اُنکا نام آنے سے پہلے ہی

جہاں بھر کی تمنّاؤں کو رخصت کر دیا دل سے
یہ ہے مجھ کو تمہارا احترام آنے سے پہلے ہی

بکھر جاتی ہیں جب زلفیں تمہارے روئے انور پر
ہماری شام ہو جاتی ہے شام آنے سے پہلے ہی

جو اُن کو دیکھنا چاہے وہ مجھ کو دیکھ لے صادق
میں اُن کا ہو چکا ہوں اُن کا نام آنے سے پہلے ہی

ہم پر الزام ہیں زمانے کے — یہ ہیں انعام دِل لگانے کے

کیوں نہ سلطان ہوں زمانے کے — سگ جو ہیں تیرے آستانے کے

میں سُنا دوں اگر اجازت ہو — چند الفاظ ہیں فسانے کے

عمر بھر کی تلاش کا حاصل — چار تنکے ہیں آشیانے کے

غنچہ و گل کو راس آئے ہیں — تیرے انداز مسکرانے کے

میری فطرت میں ہے وفا کیشی — اُن کو ارمان ہیں مٹانے کے

مہرباں ہیں، کبھی خفا، مجھ پر — سیکڑوں رُخ ہیں آزمانے کے

وہ فسانہ ہے آپ سے منسوب — ہم ہیں عنوان جس فسانے کے

امتحانِ وفا! ارے توبہ — ایک دِل اور غم زمانے کے

آپ مائل فریب دینے پر — ہم ہیں عادی فریب کھانے کے

دِل میں تشریف آپ لائے ہیں — پھر گئے دن غریب خانے کے

التفاتِ نگاہ صادق پر
آپ مختار ہیں زمانے کے
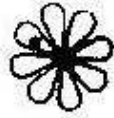
ازل سے آج تک جو میکشوں کا دِل نہیں ٹوٹا
سبب یہ ہے نظامِ ساقیٔ محفل نہیں ٹوٹا

کسی عالم میں رہ کر بھی ہمارا دِل نہیں ٹوٹا
ترے فیض و کرم سے کاسۂ سائل نہیں ٹوٹا

خُدا کا شکر ہے بوئے وفا ہے اپنی فطرت میں
ہزاروں ٹھوکریں کھا کر بھی اپنا دِل نہیں ٹوٹا

اُمیدوں کے سہارے جی رہا ہوں بحرِ ہستی میں
مری کشتی تو ٹوٹی ہے مگر ساحل نہیں ٹوٹا

ابھی تک وصل کی اُمّید پہ زندہ ہے دیوانہ
تعجب ہے ترے بیمارِ غم کا دِل نہیں ٹوٹا

ہماری بیخودی نے ہم کو وہ شائستگی بخشی
تری الفت کا نشّہ ساقیٔ محفل نہیں ٹوٹا

حوادث کے تھپیڑے تو بہت کھائے محبت میں
کسی طوفاں سے بحرِ عشق کا ساحل نہیں ٹوٹا

یہ میرا ظرف ہے اظہارِ غم ہونے نہیں دیتا
یہ کس نے کہدیا تم سے کہ میرا دِل نہیں ٹوٹا

میں اِک مُدّت سے صادق گامزن ہوں راہِ اُلفت میں
مگر اب تک طلسمِ جادۂ منزل نہیں ٹوٹا

تری چشمِ توجہ کے اثر سے
بلائیں ٹل رہی ہیں میرے سر سے

قیامت بھی اگر گزرے گی سر سے
نہ اُٹھوں گا میں تیرے سنگِ در سے

زمانے بھر کے غم ہیں اور میں ہوں
کرم کی آس ہے تیری نظر سے

بھرم جاتا رہے گا ضبطِ غم کا
اگر چھلکیں گے آنسو چشمِ تر سے

رہے گی عمر بھر تیری تمنّا !
نہ منہ موڑوں گا میں دُنیا کے ڈر سے

مجھے معلوم ہیں اسرارِ اُلفت
میں گزرا ہوں تمہاری رہگذر سے

مٹایا تو بہت دُنیا نے لیکن
میں زندہ ہوں ترے فیضِ نظر سے

ملے گی اِک جہاں کو اپنی منزل
تمہاری راہ کی گردِ سفر سے

سرِ محشر دکھائیں گے وہ جلوہ
مِرا دِل مطمئن ہے اِس خبر سے

وہ اب پردے سے باہر آرہے ہیں
صدائیں آرہی ہیں بام و در سے

خدا رکھے ترے دستِ سخا کو
ہے وسعت میں زیادہ بحر و بر سے

ضیا ہے ہر طرف خورشیدِ نَو کی
ستارے بجھ گئے نُورِ سحر سے

قفس میں زندگی گزری ہے کیونکر
نہ پوچھو مجھ شکستہ بال و پر سے

محبت رہبرِ منزل ہے صادق
کھلا یہ رازِ عشقِ معتبر سے
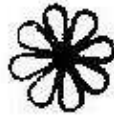
نام مشہور ہے جن کا ترے دیوانوں میں
ایک بھی تار نہیں اُن کے گریبانوں میں

کیوں کمی آئے ترے عشق کے ارمانوں میں
شمعیں روشن ہیں خیالوں کے شبستانوں میں

کیا بگاڑیں گی مرا تیری بلائیں، دُنیا
پرورش پائی ہے میں نے اِنہیں طوفانوں میں

اب کوئی خارِ مغیلاں نہ رہے گا تشنہ
آبلہ پا چلے آتے ہیں بیابانوں میں

جب سے حاصل ہوا عرفانِ محبّت مجھ کو
فرق دیکھا نہ یگانوں میں نہ بیگانوں میں

یہ ترے حُسنِ ضیا پاش کا عالم ہی تو ہے
روشنی پھیلتی جاتی ہے سیہ خانوں میں

آپ کی ذاتِ گرامی سرِ کعبہ دیکھی
آپ ہی مجھ کو نظر آئے صنم خانوں میں

ہم پہ بھی ایک نظر جانِ دو عالم ہو جائے
اِک زمانے سے ہیں ہم بھی ترے دیوانوں میں

جَل گئے آتشِ اُلفت میں خوشی سے صادق
سوز وہ پیدا کیا عشق نے پروانوں میں

جُھکا کر آپ کے در پر جبینِ بندگی مَیں نے
ادا کی ہے بصد صورت نمازِ عاشقی مَیں نے
سمجھ کر آپ کے غم کو متاعِ زندگی مَیں نے
ہمیشہ کے لئے قربان کر دی ہر خوشی مَیں نے

میں ہوں روزِ ازل سے پیکرِ ایثار و قربانی
دیئے ہیں ہر قدم پر امتحانِ عاشقی مَیں نے
مری دُنیائے ہستی میں ہزاروں انقلاب آئے
نہ آنے دی مگر تیری محبت میں کمی مَیں نے

مری ہستی زمانے کے لئے اِک درسِ عبرت ہے
لکھی ہے خونِ دِل سے داستانِ زندگی مَیں نے
کسی سے بھی نہ رکھّا ربطِ دِل تیرے سوا اب تک
گذاری زندگی خود سے بھی رہ کر اجنبی مَیں نے

نہ مِلتا عِشق تو کچھ بھی نہ ہوتا میرے دامن میں
بڑی مدّت میں پایا ہے یہ رازِ آگہی مَیں نے
تمہیں پر فیصلہ موقوف ہے مری محبت کا
تمہارے سامنے رکھ دی حدیثِ زندگی مَیں نے

مجھے اِک ایسی نعمت تیری آنکھوں نے عطا کی ہے
جسے پا کر ہر اِک شے کی تمنّا چھوڑ دی مَیں نے
سُرور و کیف میں ڈوبا ہوا رہتا ہوں اے صادقؔ
نگاہِ ساقیٔ محفل سے کی ہے میکشی مَیں نے
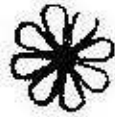
ذوقِ نظر کی تاثیریں ہیں — ہر سُو تیری تصویریں ہیں

خوابِ جنوں کی تعبیریں ہیں — دیوانہ ہے زنجیریں ہیں

آئینہ ہیں مستقبل کا — آنکھوں میں جو تصویریں ہیں

خوابِ محبت ایک ہے لیکن — سیکڑوں اُس کی تعبیریں ہیں

ہوش سے جو بیگانہ کر دیں — ماضی کی وہ تصویریں ہیں

ذہن و تخیّل کے دامن میں — یادوں کی کچھ تنویریں ہیں

چشمِ کرم اے داورِ محشر — فردِ عمل میں تقصیریں ہیں

ایسے بھی کچھ لوگ ہیں جن کی — رشک کے قابل تقدیریں ہیں

دیوانہ تو دیوانہ ہے — زنجیریں بھی زنجیریں ہیں

میخانے کی خاک سے پوچھو — رِندوں کی جو توقیریں ہیں

دِل کے ہر گوشے میں صادق
حسنِ ازل کی تنویریں ہیں

❀

نظر کے سامنے ہے آئینہ خدائی کا ۔۔۔ کہ رُوبرو ہے مِرے جلوہ کبریائی کا

ہے اعتراف مجھے تیری رہنمائی کا ۔۔۔ وسیلہ تُو ہے خدا تک مِری رسائی کا

ظہور تجھ سے ہوا شانِ کبریائی کا ۔۔۔ کہ جُھک گیا تِرے قدموں پہ سر خدائی کا

تماشا بن کے میں اہلِ جہاں کی نظروں میں ۔۔۔ تماشا دیکھ رہا ہوں تری خدائی کا

زمانہ سیکڑوں الزام دے رہا ہے مجھے ۔۔۔ نتیجہ دیکھ رہا ہوں میں آشنائی کا

جسے بھی چاہے عطا کر دے مسندِ شاہی ۔۔۔ مِری نگاہ میں مالک ہے تُو خدائی کا

تمہارے دامنِ رحمت کی بات ہی کیا ہے ۔۔۔ گناہ گار کو دعویٰ ہے پارسائی کا

تمہاری بندہ نوازی پہ ناز ہے مجھ کو ۔۔۔ بھرم تمہیں نے رکھا ہے مِری گدائی کا

میں دشتِ عشق میں کانٹوں کے کام آیا ہوں ۔۔۔ اَلَم نہیں مجھے اپنی شکستہ پائی کا

سمجھ کے سوچ کے اِس راہ میں قدم رکھنا ۔۔۔ سوال عشق میں پہلے ہے جگ ہنسائی کا

گزر رہی ہے جو مجھ پر کسی کو کیا معلوم! ۔۔۔ سمجھ سکا نہ کوئی حال مبتلائی کا

زمانے والے جو اَب تک نہ تم کو دیکھ سکے ۔۔۔ قصُور ہے یہ نگاہوں کی نارسائی کا

تم ایک لمحہ بھی قلب و نظر سے دُور نہیں ۔۔۔ یہ اور بات کہ احساس ہے جُدائی کا

تمہاری چشمِ توجہ مدام رہتی ہے ۔۔۔ یہی ہے راز مِرے قلب کی صفائی کا

اِسی لئے تو ہوئیں رفعتیں نصیب مجھے ۔۔۔ شرف مِلا ہے ترے در کی جبہ سائی کا

تمہاری شانِ کرم پر نثار ہے صادق
ذرا خیال رہے اس کی بے نوائی کا

زمانہ شاد ہے علم و خرد کی روشنی لے کر
مگر میں مطمئن ہوں عشق کی دیوانگی لے کر

چلی تو ہے بیاباں کی طرف دیوانگی لے کر
خدا جانے کہاں جائے گی حسرت آپکی لے کر

میں خود ناآشنا ہوں آج تک اپنی حقیقت سے
مگر بزمِ جہاں روشن ہے مجھ سے روشنی لے کر

ترے دیوانے کتنے آشنائے ماسوا نکلے
جہاں سے بے تعلق ہیں متاعِ عاشقی لے کر

ہمارا دِل بہ فیضِ عشق ہر شے سے ہے مستغنی
فقیری آئی ہے ساتھ اپنے شانِ خسروی لے کر

مرے حُسنِ تخیّل نے ہزاروں بُت تراشے ہیں
بہت منظر سنوارے ہیں تمہاری روشنی لے کر

مرے گلشن کا ہر افسردہ غنچہ مسکرا اُٹھا
مری دُنیا میں آیا کون پیغامِ خوشی لے کر

یہ انساں جس کو مُشتِ خاک سے تعبیر کرتے ہیں
بلندی اس نے پائی ہے شعورِ بندگی سے لے کر

خدا رکھے قیامت تک ترے فیضان کو ساقی
تری محفل سے ہر مے خوار اُٹھا زندگی لے کر

جہاں صادق وہ پردہ دار بھی پردے سے باہر ہے
وہاں پہنچی ہے اب مجھ کو مری دیوانگی لے کر
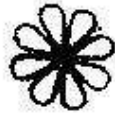
کیوں مجھ سے مرا مقصدِ دِل پوچھ رہا ہے
تُو ہی تو مرے عشق کی دنیا کا خدا ہے

ہم نے تو یہی اہلِ محبت سے سُنا ہے
تُو اُس کا ہے جو بندۂ تسلیم و رضا ہے

جو چاہے کہے کوئی جہاں سے مجھے کیا ہے
ایمان مجھے تیرے ہی صدقے میں ملا ہے

ہونٹوں پہ تبسم ہے تو آنکھوں میں حیا ہے
اک طرفہ تماشا ہے تری جو بھی ادا ہے

الزام یہ دُنیا جو لگاتی ہے لگائے
مَیں نے تو تجھے اپنا خدا مان لیا ہے

کونین کو مَیں نور فشاں دیکھ رہا ہوں
شاید رُخِ روشن سے ترے پردہ اُٹھا ہے

ہیں میری نگاہوں میں ترے حُسن کے جلوے
تیری ہی محبت سے دِل آئینہ بنا ہے

رنگین اُسی طرح ہے اب تک مِری دُنیا
دِل میں جو محبت نے تری رنگ بھرا ہے

پھر کیوں نہ میسّر ہو مجھے کیفِ محبت
جب تیری نگاہوں سے مجھے جام ملا ہے

ساقی بھی سلامت رہے میخانہ بھی آباد
رِندوں کی زباں پر یہی ہر وقت دعا ہے

کیوں اپنی جبیں اور کسی در پہ جھکاؤں
جب پیشِ نظر آپ کا نقشِ کفِ پا ہے

آخر مِری نظروں سے وہ چھپتے بھی کہاں تک
صادق مِری نظروں نے اُنہیں دیکھ لیا ہے

آیئنے سے عیاں حقیقت ہے
آپ کی میری ایک صورت ہے
تو وہ رنگیں نگارِ فطرت ہے
جس کے دم سے سکوں ہے راحت ہے

جب سے دِل میں تری محبّت ہے
زندگی میں بڑی لطافت ہے
آدمی ننگِ آدمیت ہے
اے محبت تری ضرورت ہے

میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں
تیرا غم زندگی کی دولت ہے
تیرے کوچے سے میں کہاں جاؤں
تیرا کوچہ تو میری جنّت ہے

صاحبِ عرش ہے نگاہوں میں
یہ ہماری نظر کی رفعت ہے
وہ مرے غم کدے میں آئے ہیں
قابلِ رشک میری قسمت ہے

اے غمِ دوست! میرا ساتھ نہ چھوڑ
تیری ہر موڑ پر ضرورت ہے
دِل ہے صادق کا وادئ ایمن
جذبۂ عشق کی کرامت ہے
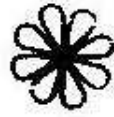
تمنا مسکرائی، حسرتِ دل جھوم جھوم اُٹھی
نظر ملتے ہی اُن سے ساری محفل جھوم جھوم اُٹھی

تماشا دیکھتے ہی رہ گئے آسودۂ ساحل
سرِ طوفاں ہماری کشتیِ دل جھوم جھوم اُٹھی

ہماری لغزشِ رندانہ ساقی رنگ لائی ہے
ہمارے رقصِ مستانہ پہ محفل جھوم جھوم اُٹھی

کسی عنواں سہی طے ہو رہی ہیں عشق کی راہیں
مری وارفتگیٔ منزل بہ منزل جھوم جھوم اُٹھی

کسی پہ وجد ہے طاری تو کوئی رقص کرتا ہے
نگاہِ مست کیا جھومی کہ محفل جھوم جھوم اُٹھی

مرا دل جل اُٹھا سوزِ نہاں سے مثلِ پروانہ
مرے ذوقِ طلب پہ شمعِ محفل جھوم جھوم اُٹھی

نہیں صحرا نوردی سے بھی آسودہ دلِ وحشی
مری ایذا طلب فطرت پہ مشکل جھوم جھوم اُٹھی

خدا رکھے سلامت ذوقِ جلوہ آفریں میرا
سراپا حسن کے جلووں سے محفل جھوم جھوم اُٹھی

ترا دیوانۂ اُلفت شکستہ پا تو تھا لیکن
بگولہ سا وہ جب اُٹھا تو منزل جھوم جھوم اُٹھی

محبت میں بالآخر بے زبانی رنگ لائی ہے
مری خاموشیوں پہ اُن کی محفل جھوم جھوم اُٹھی

وفا کی رہگزر میں راہرو دم توڑ دیتے ہیں
مرا جوشِ جنوں دیکھا تو محفل جھوم جھوم اُٹھی

مرے اک اک نفس میں سوز و سازِ عشق ہے صادق
مری آواز سے محفل کی محفل جھوم جھوم اُٹھی

تم پوچھتے ہو جرم مِرے بار بار کیا
بخشش کا بھی نہیں ہے تمہیں اختیار کیا

مجھ پر نہ ہوگی رحمتِ پروردِگار کیا
میں اپنی معصیت پہ نہیں شرمسار کیا

ماضی و حال تو ہیں شکستہ سے آئینے
اب دیکھئے دکھاتے ہیں لیل و نہار کیا!

قلب و جگر میں زخمِ محبت ہیں خونفشاں
میرے چمن سے جائے گی فصلِ بہار کیا

رفعت پہ اُس کی جنّ و ملائک کو رشک ہے
بخشا ہے آدمی کو خُدا نے وقار کیا

جلوؤں کا اِک ہجوم ہے بزمِ حیات میں
آنکھوں میں میری بس گئی تصویرِ یار کیا

ہر شے کو ہے ہمارے تصرّف کی احتیاج
تیرے کرم سے ہم کو نہیں اختیار کیا

میں نے تمہاری راہ میں سو امتحاں دیئے
میری وفا کا اب بھی نہیں اعتبار کیا

گزروں گا راہِ عشق سے عزم و یقیں کے ساتھ
روکیں گے مجھ کو راہ کے گرد و غبار کیا

ہیں منزلِ وفا کی فضائیں اُداس اُداس
لُوٹا گیا ہے کوئی سرِ رہگذار کیا

صادق ہمارا دِل ہے گرفتارِ زلفِ دوست
ہم کو نصیب ہوگا سکون و قرار کیا
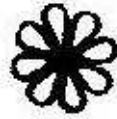
تمہارے عشق کی راہوں میں جو بدنام ہوتے ہیں
وہ دیوانے ہی منزل کے لئے پیغام ہوتے ہیں

مرے ساقی جو تیرے بندۂ بیدام ہوتے ہیں
وہی تو بے نیازِ گردشِ ایّام ہوتے ہیں

کرم ہے کس قدر مجھ بندۂ ناچیز پر اُن کا
وہ میرے ساتھ اب تو ہر نفس ہر گام ہوتے ہیں

مرا دل کیوں نہ ہو ممنون ساقی کی نوازش کا
عنایت بادۂ عرفاں کے مجھ کو جام ہوتے ہیں

تمہیں کیسے نہ اپنی زندگی کا آسرا سمجھوں
تمہارے نام کی برکت سے میرے کام ہوتے ہیں

تمہارے ہجر میں درمانِ غم ہوتا تو کیوں ہوتا
جو دِل کو زخم ملتے ہیں وہ کب آرام ہوتے ہیں

یہی شاید تمہاری راہ میں مِٹنے کا حاصل ہے
دِل برباد کے چرچے جہاں میں عام ہوتے ہیں

محبت شہرِ کنعاں ہے یہاں کیا خوفِ رسوائی
سرِ بازار یوسفؑ سے یہاں نیلام ہوتے ہیں

اگر دُنیا ہے مجھ پر معترض تو غم نہیں صادِق
محبّت کا مُقدّر سیکڑوں الزام ہوتے ہیں
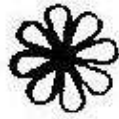
روزِ اوّل سے ہے جن کو آپ کا پیغام یاد
ہے اُنہیں کو زیست کے آغاز کا انجام یاد

مجھ فقیرِ بے نوا پر ہے نگاہِ التفات
بندہ پرور کی عنایت ہے مجھے ہر گام یاد

سارا عالم آپ کے قدموں پہ قرباں کیوں نہ ہو
آپ کو رہتے ہیں اپنے بندۂ بے دام یاد

بالیقیں یہ آپ ہی کی یاد کا فیضان ہے
ہم نہیں رکھتے زمانے کے غم و آلام یاد

ہم کو ہر منزل میں رہتی ہے تمہاری جستجو
ہم کو ہر عالم میں رہتا ہے تمہارا نام یاد

تو رہے قائم، سلامت تیرا مے خانہ رہے
آ ابھی جا ساقی تجھے کرتے ہیں تشنہ کام یاد

جب تری آنکھوں کے پیمانے چلے تھے بزم میں
تیرے دیوانوں کو اب تک ہے وہ دَورِ جام یاد

جاگ اُٹھا آج پھر دِل میں شعورِ مے کشی
آج پھر آئی ہے ہم کو مے کدے کی شام یاد

ہم نے منہ موڑا نہ اے صادقؔ کسی طوفان سے
ہم کو رکھے گی ہمیشہ گردشِ ایّام یاد

دُنیا سے مُنہ موڑ لیا ہے
تجھ سے ناطہ جوڑ لیا ہے

نذرِ محبت پیش کریں گے
دِل کا شیشہ توڑ لیا ہے

جس کو نہیں ہے تجھ پہ بھروسہ
اُس نے مقدر پھوڑ لیا ہے

کیوں نہ رہے اِک کیف کا عالم
ساقی سے دِل جوڑ لیا ہے

پھر وہ جانِ آرزو، آیا
پھر دِل نے اِک موڑ لیا ہے

سازِ نفس کا ہر اک نغمہ
یاد سے تیری جوڑ لیا ہے

ڈوبنے والی ہر کشتی نے
ساحل سے رُخ موڑ لیا ہے

عشق میں اپنے دِل کا تعلق
تیرے غم سے جوڑ لیا ہے

عِشق کی ہے یہ کونسی منزل
خود سے بھی مُنہ موڑ لیا ہے

تیری محبت میں صادق نے
سب سے رشتہ توڑ لیا ہے
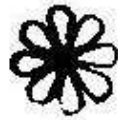
جب ترا حسنِ نظر یاد آیا
اپنا دل، اپنا جگر یاد آیا

ایسا مدہوش کیا ساقی نے
دشت یاد آیا۔ نہ گھر یاد آیا

تم بھلاتے تو ہو، دیوانے کو
پھر بھی دیوانہ اگر یاد آیا؟

تیرے الطاف و کرم کے قرباں
تو مجھے شام و سحر یاد آیا

سوئے مے خانہ چلا رندِ خراب
پھر کوئی مست نظر یاد آیا

جب مِلا چاک گریباں کوئی
تیرے جلوؤں کا اثر یاد آیا

دیکھ کر شہرِ خموشاں اکثر
اپنی ہستی کا سفر یاد آیا

حالِ دِل آپ نے پوچھا تو یہی
شکر ہے بندہ ور یاد آیا

دیکھ کر حسنِ جہاں اے صادق
مجھ کو وہ آئینہ گر یاد آیا
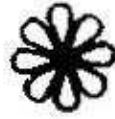
جس کو تیرے کرم کا سہارا مِلا — اُس کو طوفان میں بھی کنارا مِلا

بے نواؤں پہ تیری نوازش رہی — بے سہاروں کو تیرا سہارا مِلا

ہم کو یاد آ گئے سیکڑوں رنج و غم — جب بھی کوئی ہمیں غم کا مارا مِلا

تم مِرے ہو گئے تو یہ سمجھوں گا میں — میری قسمت کا مجھ کو ستارا مِلا

میرے بے ذوق سجدے بھی کام آ گئے — جب سے نقشِ کفِ پا تمہارا مِلا

تیرے نقشِ قدم کی ضیا کیا مِلی — منزلِ زندگی کا اشارا مِلا

بزمِ عالم میں دیکھا تجھے چار سُو — ہر طرف تُو ہی تُو جلوہ آرا مِلا

زندگی کے لئے روشنی مِل گئی — تیرے غم کا جو دِل کو شرارا مِلا

تیری پُر کیف یادیں، سلامت رہیں — زندہ رہنے کا مجھ کو سہارا مِلا

تیرے قربان اے مالکِ دو جہاں! — تجھ کو میں نے جہاں بھی پُکارا مِلا

جب گناہوں پر اپنے ندامت ہوئی — چشمِ رحمت کا مجھ کو سہارا مِلا

میں بھی صادِق ہوں قسمت کا کتنا دھنی
میرے مولا کا مجھ کو سہارا مِلا
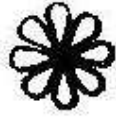
کعبہ و دیر کی طرف اپنی نگاہ جائے کیوں
آپ کے پائے ناز پر، بندہ نہ سر جھکائے کیوں

حسن و جمال ہی ترا جب ہے متاعِ آرزو
میرے دل و نگاہ میں اور کوئی سمائے کیوں

پرتوِ حسنِ یار سے دل کو جلا نصیب ہے
آئینۂ حیات پر، گرد و غبار آئے کیوں

روزِ ازل سے آج تک مجھ کو تو تجھ سے عشق ہے
تیرے بغیر دل کو پھر، صبر و قرار آئے کیوں

میں ہوں گدائے بے نوا آپ گدا نواز ہیں
آپ کا دامنِ کرم، مجھ کو نہ راس آئے کیوں

لمحہ بہ لمحہ حادثے آتے ہیں راہِ عشق میں
کانٹوں سے جس کو پیار ہے پھولوں کی سمت جائے کیوں

تیری بلند ذات ہے، تیرا کرم ہے بے حساب
صادقِ بے نوا ترے، در پہ نہ سر جھکائے کیوں

تمہارے رتبۂ عالی کو کوئی کیا جانے
تمہارے جیسا کوئی ہو تو تم کو پہچانے

اے شمعِ حسنِ ازل ہم ہیں تیرے دیوانے
ہمیں نے پیش کیے ہیں دلوں کے نذرانے

تمہیں سے جام و سبو ہیں تمہیں سے پیمانے
تمہارے دم سے ہیں قائم ہزار میخانے

تمہاری ذاتِ گرامی ہے شمعِ حسن و جمال
نثار کیوں نہ ہوں تم پر ہزار پروانے

کرم کی ایک نظر بندۂ محبت پر
تمہاری نرگسی آنکھوں کے ہم ہیں دیوانے

نگاہِ شوق ہے جس کی تلاش میں پیہم
تمہیں وہ حسنِ سراپا ہو کوئی کیا جانے

زمانہ یاد رکھے گا ہزاروں سال تمہیں
تمہارے نام سے منسوب ہیں وہ افسانے

تمہاری یاد نے معراجِ عشق بخشی ہے
تمہارے جلووں سے روشن ہوئے ہیں غم خانے

جسے بھی چاہو نوازو کہ تم ہو بندہ نواز
بصد نیاز چلے آ رہے ہیں دیوانے

تمہاری چشمِ کرم نے جنہیں نواز لیا
انہیں سے درسِ محبت لیا ہے دنیا نے

ہمارا عشق بھی صادق ہے نام بھی صادق
ہمیں ہیں خواجہ محمد حسنؒ کے دیوانے

پلکوں پہ اشکِ غم سے چراغاں کیے ہوئے
ہم ہیں تمہاری دید کا ساماں کیے ہوئے

بزمِ جہاں کو ہیں وہ درخشاں کیے ہوئے
ہر رنگ و بُو میں خود کو نمایاں کیے ہوئے

ہم کیا ڈریں گے گردشِ لیل و نہار سے
ہم ہیں طوافِ کوچۂ جاناں کیے ہوئے

اِک دِن نصیب ہوگی مجھے منزلِ حیات
ذوقِ طلب ہے راہ کو آساں کیے ہوئے

دُنیا پہ اب نگاہ جمے بھی تو کیا ہے
حُسن و جمالِ دوست ہے حیراں کیے ہوئے

منظور قیدِ غم سے رہائی نہیں ہمیں
ہم خود ہیں اپنے قلب کو زنداں کیے ہوئے

اُس نے بھی اپنے چہرہ سے پردہ اُٹھا دیا
دیکھا ہمیں جو چاک گریباں کیے ہوئے

دُنیا کی ظلمتوں کو میں بخشوں گا روشنی،
دِل میں ہوں شمعِ عشق فروزاں کیے ہوئے

دِل مطمئن ہے آپ کی نسبت کے فیض سے
حالاتِ زندگی ہیں پریشاں کیے ہوئے

صادِق ہماری ذات ہے آئینۂ وفا
ہم ہیں جہانِ عشق کا ساماں کیے ہوئے

اندھیرا چھا نہ جائے ، ماہ پارو، جاگتے رہنا
تقاضہ وقت کا ہے' اے سہارو' جاگتے رہنا

مری پلکوں پہ اشکوں کے ستارو' جاگتے رہنا
مرے ٹوٹے ہوئے دِل کے سہارو' جاگتے رہنا

بڑی مدت میں وصلِ دوست کی یہ رات آئی ہے
مرے ہمراہ تم بھی چاند تارو' جاگتے رہنا

جلو میں نور لے کر وہ نمایاں ہونے والے ہیں
مری چشمِ تمنا کے سہارو' جاگتے رہنا

ہر اک دِل میں محبت کی ابھی بنیاد رکھنی ہے
تبسم ریز ہونٹوں کے شرارو' جاگتے رہنا

یہی تو کہہ رہے ہیں انقلابِ وقت کے تیور
بہت طوفان آئیں گے کنارو' جاگتے رہنا

ہزاروں قافلے ہیں جادہ پیمارا ہِ اُلفت میں
ذرا منزل کے تابندہ اشارو' جاگتے رہنا

ابھی دِل سوختہ ہونے میں تھوڑی دیر باقی ہے
ابھی کچھ اور اے غم کے شرارو' جاگتے رہنا

یہ دُنیا ہے یہاں خوابیدہ رہنا اِک قیامت ہے
یہی کہتا ہے صادق غم کے مارو' جاگتے رہنا

زیست کا مقصد جان رہا ہوں　　تجھ کو ابھی پہچان رہا ہوں
دُنیا کیا ہے، جان رہا ہوں　　اپنوں کو پہچان رہا ہوں
تیری محبت کی منزل میں　　خود پر اِک بہتان رہا ہوں
وہ میرے کیا ہوں گے لیکن　　دِل کا کہنا مان رہا ہوں
حامِل ہوں اسرارِ جنوں کا　　عِشق و وفا کی شان رہا ہوں
روزِ اَزل سے جانِ دوعالم　　تجھ پر میں قربان رہا ہوں
گزرا ہوں اس طرح جہاں سے　　جیسے ترا فرمان رہا ہوں
درد و اَلم کے طوفانوں میں　　عزم و یقین کی جان رہا ہوں
میری ہستی صورتِ قطرہ　　پھر بھی اِک طوفان رہا ہوں
جام و سُبو، ساقی، شاہد ہیں　　میخانے کی جان رہا ہوں
ہر صورت میں، ہر عالم میں　　انساں تھا انسان رہا ہوں
ذوقِ نظر کا فیض تو دیکھو　　جلوؤں کا ارمان رہا ہوں
ہر غم اب مانوس ہے مجھ سے　　ہر غم کا درمان رہا ہوں
دُنیا تیری بزم میں رہ کر　　تجھ سے میں انجان رہا ہوں

عِشق کے افسانے کا صادق
بن کر میں عنوان رہا ہوں

اگر تیرا کوئی پیغام آئے
سکونِ دل کو ملے آرام آئے

مریضِ غم کو کیا آرام آئے
نہ تم آئے نہ کچھ پیغام آئے

اسی کا نام ہے فیضانِ ساقی
نظر ملنے سے پہلے جام آئے

ہمیں یاد آئے کوئی اور کیسے
لبوں پر جب تمہارا نام آئے

خوشی کے دن بھی یوں آئے ہیں اکثر
کہ جیسے گردشِ ایام آئے

بہرِ منزل طلب کے راستے میں
نقوشِ پائے جاناں کام آئے

اُجالوں تک ہمیں پہنچا دیا ہے
اندھیرے بھی ہمارے کام آئے

یہ کوچہ اُن کا ہے اُن کی گلی ہے
یہاں کیوں گردشِ ایام آئے

نہ چین آیا دلِ حسرت زدہ کو
وہ آنے کو تو صبح و شام آئے

نہ دُنیا نے دیا صادق سہارا
کسی کے غم ہمارے کام آئے

مطلعِ صبحِ درخشاں ہے رُخِ تابانِ دوست
راحتِ قلب ونظر ہے گیسوئے پیچانِ دوست

کون ہے جس پر نہیں ہے سایۂ دامانِ دوست
ہم ازل کے دن سے ہیں منت کشِ احسانِ دوست

اُس کو دُنیا کی کسی شے سے تعلق کیوں رہے
جس کی ہستی بن چکی آئینۂ ارمانِ دوست

دوست کے جلووں کا آئینہ ہے یہ بزمِ جہاں
ذرّے ذرّے سے نمایاں ہو رہی ہے شانِ دوست

اپنے دِل سے تو مِٹا پہلے نقوشِ ماسوا
ہر جگہ ممکن ہے دیدارِ رُخِ تابانِ دوست

ہم سے پہلے کب کسی میں تھا شعورِ مے کشی
ہم نے شائستہ بنائی محفلِ رِندانِ دوست

لاکھ طوفانِ حوادث پیش آئے عشق میں
میرے ہاتھوں سے نہیں چھوٹا کبھی دامانِ دوست

دوست کے ارمان ہی پر ہے مدارِ زندگی
کیا رہے دِل سے نکل جائے اگر ارمانِ دوست

اپنے اپنے ظرف پر مبنی ہے اُس کا اِلتفات
اِک زمانے سے ہوں صادق بندۂ احسانِ دوست

مِری خاطر ہی مے خانے میں رقصِ جام ہے شاید
اَزل ہی سے بَلا نوشوں میں میرا نام ہے شاید

تِرے مے خانے میں ساقی صلائے عام ہے شاید
بقدرِ ظرف رِندوں پر تِرا انعام ہے شاید

مجھے احساس ہے ہر شیشۂ دِل کی نزاکت کا
مِرے کانوں میں آوازِ شکستِ جام ہے شاید

ہمارے غم کدے میں ہر طرف اِک روشنی سی ہے
ہماری لوحِ دِل پر نقش تیرا نام ہے شاید

زمانے کی روِش کو ہم اگر کہتے تو کیا کہتے
ہماری سادگی ہی موردِ الزام ہے شاید

ہمارے ہاتھ سے یوں بے سبب ساغر نہیں چھوٹا
ہماری جستجو میں گردِشِ ایام ہے شاید

زمانے کے کسی غم کا اثر ہم پر نہیں ہوتا
ہماری زندگی اب واقفِ انجام ہے شاید

مِرے نغمات دُنیا کی فضا میں گونج اُٹھتے ہیں
مِری آواز میں تیرا کوئی پیغام ہے شاید

ہمارے بعد ہم جیسا کوئی مے خوار کیا ہوگا
ہمیں پر ختم مے خانے میں دورِ جام ہے شاید

کسی صورت یہ دُنیا کم نہیں خوابِ پریشاں سے
نشاطِ زندگی حاذق برائے نام ہے شاید

شمع کی گود میں پروانے چلے آتے ہیں
اپنی منزل پہ یہ دیوانے چلے آتے ہیں
کس ادا سے ترے دیوانے چلے آتے ہیں
خیر مقدم کو صنم خانے چلے آتے ہیں
وہ بلا نوش ہیں ہم جن کے لئے محفل میں
سو چھلکتے ہوئے پیمانے چلے آتے ہیں
ہو گئی عشق کی معراج میسّر شاید
ہر زباں پر مرے افسانے چلے آتے ہیں
تشنگی میری بجھانے کے لئے محفل میں
رقص کرتے ہوئے پیمانے چلے آتے ہیں
کس بلا کی تری آنکھوں میں کشش ہے ساقی!
صاحبِ ہوش بھی مے خانے چلے آتے ہیں
تم نہ آئے دمِ آخر بھی عیادت کے لئے
ایسے عالم میں تو بیگانے چلے آتے ہیں
روزِ اوّل سے یہی حال ہے دیوانوں کا
آپ کی بزم میں دیوانے چلے آتے ہیں
سُرخرُو ہونے کو ہے ذوقِ جنونِ اُلفت
اب مری راہ میں ویرانے چلے آتے ہیں
آج کیا بات ہے ساقی، کہ بنامِ صادق
چشمِ مخمور سے پیمانے چلے آتے ہیں

جس پر بھی ترا الطاف و کرم اے ساقیٔ دوراں ہوتا ہے
اُس زندگی قسمت کیا کہنا۔ مستِ مئے عرفاں ہوتا ہے
جو عشق کی راہوں میں مٹ کر، خاکِ درِ جاناں ہوتا ہے
حق بات تو یہ ہے صرف وہی، رشکِ مہِ تاباں ہوتا ہے
وہ درد ہی دردِ عشق بھی ہے ممکن ہی نہ ہو درماں جس کا
وہ درد تو دردِ عشق نہیں، جس درد کا درماں ہوتا ہے
ہر روز تلاطم ہیں غم کے، ہر روز حوادث کے طوفاں
جب ایسا مقام آجاتا ہے، سایہ بھی گریزاں ہوتا ہے
تسلیم و رضا کا پیکر ہی، ایثار و وفا کا ہے پیکر
بنتا ہے وہی دستورِ جہاں جو بندۂ جاناں ہوتا ہے
کیوں خلد کی حسرت ہو مجھ کو، کیوں اُس کی بہاروں کا ارماں
ہر منظر تیرے کوچے کا، فردوس بداماں ہوتا ہے
یہ میری نظر کی قسمت ہے، یہ میری نظر کی ہے رفعت
جس سمت نگاہیں اُٹھتی ہیں نظارۂ جاناں ہوتا ہے
وہ صاحبِ ہمت ہوتے ہیں، جو منزل کو جا لیتے ہیں
ہر موڑ پہ راہِ ہستی کے آلام کا طوفاں ہوتا ہے
اُس دِل کو میسّر ہوتی ہے، عرفان و حقیقت کی دولت
جو دِل بھی تمہارے قدموں پہ سو جان سے قرباں ہوتا ہے
میں صادق ہوں، ہر بات مری ہوتی ہے صداقت پر مبنی
جو اُن کے قدم لے لیتا ہے، حاصِل اُسے ایماں ہوتا ہے

مِل گیا ہے نقشِ پائے رہبرِ کامل مجھے
اب یقیناً مِل ہی جائے گی مِری منزل مجھے

آپ کی دریا دِلی آفاق میں مشہور ہے
دیجئے غم اپنا حسبِ آرزوئے دِل مجھے

آپ کے جُود و سخا کی غیر ممکن ہے مثال
آپ کے لُطف و کرم نے کر دیا قائل مجھے

مجھ کو رکھنا تھا تعلق صِرف تیری ذات سے
اِس جہانِ رنگ و بُو نے کر دیا غافِل مجھے

میں نے طوفان و تلاطم کا سہارا لے لیا
اب نہیں ہوتا میسّر تو نہ ہو ساحِل مجھے

اِک مقام ایسا بھی آئے گا جنونِ عشق میں
کوئی خضرِ راہ سمجھے گا کوئی منزل مجھے

جن کے دامن میں محبّت کے سوا کچھ بھی نہ تھا
تیری منزل میں ملے ایسے بھی کچھ سائل مجھے

عشق سے وہ ذوقِ نظّارہ کو بینائی مِلی
اب کوئی پردہ نظر آتا نہیں حائل مجھے

زندگی کی راہ میں تھے حادثے ہی حادثے
تیری اُلفت نے کیا آسودۂ منزل مجھے

مجھ پہ صادق مے کدے کے رازِ پنہاں کھُل گئے
چشمِ ساقی نے کیا شائستۂ محفل مجھے

کوئی طلب نہ رہی اُن سے التفات کے بعد
نئی حیات ملی ہے نوازشات کے بعد

تمہیں بتاؤ کہ ترکِ تعلقات کے بعد
کسے ہم اپنا کہیں گے تمہاری ذات کے بعد

مزاجِ حسن سمجھتی ہے خوب میری نظر
ضرور پردہ اُٹھے گا تکلفات کے بعد

ہمیں ہے ناز بجا اُن سے ہم کلامی پر
ہوئے وہ محوِ تبسم ہر ایک بات کے بعد

تمہیں نہ دیکھ سکی اِک نظر، نگاہِ کلیم
رہے نہ ہوش سلامت تجلیات کے بعد

یہ کائنات ہے روشن تمہارے جلووں سے
یہ فیصلہ ہے ہمارا مشاہدات کے بعد

اگر تمہارا سہارا ابھی چھوڑ بیٹھوں گا
بھروسہ کس پہ کروں گا تمہاری ذات کے بعد

گزر رہا ہوں میں اس طرح سرحدِ غم سے
کوئی گزر نہ سکے گا مری حیات کے بعد

متاعِ عشق سمجھتا ہوں رنجِ پیہم کو
عجیب رنگ نکھرتا ہے حادثات کے بعد

کسی کا کوئی نہیں ہے جہاں میں اے صادق
سمجھ میں آگئی دُنیا مشاہدات کے بعد
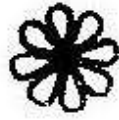
تم جو رہتے ہو مہرباں، خاموش
دِل پہ گرتی ہیں بجلیاں، خاموش

اشکِ غم پی لئے محبت میں
دِل سے اُٹھتا رہا دھواں خاموش

لب پہ لاتا نہیں کبھی شکوہ
عشق دیتا ہے امتحاں خاموش

کیسے گزرا ہے وادیٔ غم سے
میری ہستی کا کارواں خاموش

پاسِ آدابِ عشق تو دیکھو
عرضِ مطلب پہ ہے زباں خاموش

یہ تصرف ہے کس کے قدموں کا
جگمگائی تھی کہکشاں خاموش،

شرط یہ ہے سرِ نیاز جُھکے
بول اُٹھتا ہے آستاں خاموش

سارا عالم ترا ثنا خواں ہے،
کون ہے زیرِ آسماں خاموش

تیرے اسرار جب سے سمجھے ہیں
تیرے صادق کی ہے زباں خاموش
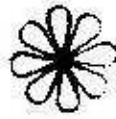
منزلِ عاشقی میں جو رکھا قدم، راہ کے پیچ و خم مسکرانے لگے
میری ہمّت، مرے حوصلے دیکھکر ساری دُنیا کے غم مسکرانے لگے

یہ تری جستجو، یہ تری آرزو، یہ خیال و تصوّر، یہ عزم و یقیں
منزلوں کے نشاں جگمگانے لگے، تیرے نقشِ قدم مسکرانے لگے

لطفِ دیوانگی سب کی قسمت نہیں اِس سے ہم سا کوئی آشنا بھی نہیں
جب مئے غم سے مخمور دیکھا ہمیں، اہلِ دیر و حرم مسکرانے لگے

اُنکی جانب سے بیداد ہوتی رہی، پھر بھی اُن کو ہمیں سے شکایت رہی
پاسِ آدابِ اُلفت سے لب ہِل گئے کچھ نئے رنج و غم مسکرانے لگے

کسقدر دِل کی پامالیاں بڑھ گئیں، سیکڑوں تہمتیں اپنے نام آگئیں
پھر یہ دُنیا تماشا بنانے لگی، جب یہ دیکھا تو ہم مسکرانے لگے

یہ حقیقت حقیقت ہے سمجھو ذرا، میری مجبوریوں پر ہنسی کس کی نظر
میری غربت زدہ زندگی دیکھ کر، مجھ پر اہلِ کرم مسکرانے لگے

کون یاد آگیا، دِل دھڑکنے لگا، آنکھ پُرنم ہوئی زرد چہرہ ہوا
کیا بتائے کسی کو وہ بربادِ غم، جب پہ شامِ الم مسکرانے لگے

تو ہی صادق کو مقصود و منظور ہے اُسکو جاہ و حشم کی تمنا نہیں
خود غرض وہ نہیں ساقی میکدہ لے کے جو جامِ جم مسکرانے لگے

خلوصِ دل سے جب تک ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا
تو کچھ بھی بارگاہِ حسن سے پایا نہیں جاتا

کسی میں جذبۂ ذوقِ جنوں پایا نہیں جاتا
کہ اب افسانۂ منصورؒ دہرایا نہیں جاتا

کسی در پر بھی دل کا مدعا پایا نہیں جاتا
ترے در کے سوا اب ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

جو دل کا حال ہے دُنیا کو سمجھایا نہیں جاتا
کہ ہم سے اپنا افسانہ بھی دہرایا نہیں جاتا

ہیں زندہ صرف تیرے آسرے پر تیرے دیوانے
کہیں تیرا سہارا چھوڑ کر جایا نہیں جاتا

خودی خوابیدہ ہو تو ہاتھ پھیلایا بھی جاتا ہے
خودی بیدار ہو تو ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

نظر کی بات ہے ہر آئینہ ہے تیرا آئینہ
مگر یہ راز تو ہر ایک سے پایا نہیں جاتا

عطا کرنے کو دو کونین کی دولت عطا کر دیں
سلیقے سے مگر دامن ہی پھیلایا نہیں جاتا

دمِ آخر بھی دل میں سیکڑوں ارمان رہتے ہیں
خوشی کے ساتھ دُنیا چھوڑ کر جایا نہیں جاتا

یہ کس کے عشق نے پہنائی زنجیرِ جنوں آخر
کہ وحشی سے بیاباں چھوڑ کر جایا نہیں جاتا

ہمیں یہ راز سمجھایا ہماری تنگ دستی نے
وہ دامن اصل دامن ہے جو پھیلایا نہیں جاتا

نہیں کچھ غم اگر دُنیا مجھے الزام دیتی ہے
ہر اک کو موردِ الزام ٹھہرایا نہیں جاتا

مسائل اس قدر اُلجھے ہوئے ہیں آج دُنیا کے
کسی صورت سے بھی اب جنکو سلجھایا نہیں جاتا

سفینہ وہ کبھی آسودۂ ساحل نہیں ہوتا
کہ جس کو غم کے طوفانوں سے ٹکرایا نہیں جاتا

گزر آیا جنوں میں سرحدِ ادراک و امکاں سے
اب اُن میں اور مجھ میں فاصلہ پایا نہیں جاتا

مجھے قسمت! امینِ رازِ غم تو نے بنایا ہے،
کسی پر اس قدر بھی لطف فرمایا نہیں جاتا

خدا شاہد اُنہیں میں کاکُلِ قسمت سمجھتا ہوں
جنہیں تدبیر کے شانے سے سلجھایا نہیں جاتا

تمنا ہے مری آواز پہنچے ہر جگہ لیکن
فضاؤں سے مرے نغمے کو پھیلایا نہیں جاتا

محبت ہو تو حاصل دو جہاں کی سرفرازی ہو
ہر اک کو حاملِ رازِ وفا پایا نہیں جاتا

خرد کے زعم سے دیوانہ کوسوں دُور رہتا ہے
یہ وہ نشہ ہے جس سے ہوش میں آیا نہیں جاتا

غم و آلام کے طوفان ہیں اب میرے دامن میں
اُنہیں اپنا لیا ہے جن کو اپنایا نہیں جاتا

زمانہ مدتوں سے درپئے آزار ہے لیکن
تری خاطر کسی غم کو بھی ٹھکرایا نہیں جاتا

اُسے منظور جز زیبائشِ دُنیا نہیں ہوتی
تو پھر ان خاک کے ذرّوں کو چمکایا نہیں جاتا

تجسّس میں ترے ہم دیر و کعبے گزر آئے
نہ ملتا تو تو پھر خود کو کہیں پایا نہیں جاتا

محبت نے مجھے وہ شانِ استغنا عطا کی ہے
اب اُن کے سامنے بھی ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

تمہارا نام سُن کر ہوش میں آتا ہے دیوانہ
اسیرِ غم سے ورنہ ہوش میں آیا نہیں جاتا

تمہیں اپنا سمجھ کر ہاتھ پھیلایا ہے صادق نے
ہر اک کے سامنے بھی ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا
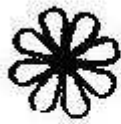
عشق کی نعمت عام نہیں ہے — سب کے لئے یہ جام نہیں ہے
اب وہ جلوہ عام نہیں ہے — پہلا سا ہنگام نہیں ہے
میری زباں پر نام ہے تیرا — یہ بھی کم انعام نہیں ہے
اُن کی چشمِ مست سلامت — میرا خالی جام نہیں ہے
کس پہ نہیں ہے تیری نوازش — کس پہ ترا انعام نہیں ہے
عشرت دُنیا کے متوالو! — کیا خوفِ انجام نہیں ہے
جس میں ہو کوئی شکوہ شکایت — اُس کا محبت نام نہیں ہے
ناقص ہے اُس دل کی محبت، — جس پر کچھ الزام نہیں ہے
میں نے بنایا دشت کو گلشن — میرا جنوں ناکام نہیں ہے
کس کو نہیں ہے عشق تمہارا — کون اسیرِ دام نہیں ہے
ہوش و خرد والوں سے اُلجھنا — دیوانوں کا کام نہیں ہے
تیرے تجسس تیری طلب میں — سب کچھ ہے آرام نہیں ہے

صادق تیرا عشق ہے صادق
مفت میں تو بدنام نہیں ہے
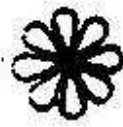
زمیں سے عرشِ اعظم تک شہنشاہی تمہاری ہے،
دو عالم میں تمہاری ذات کا فیضان جاری ہے
خُدا شاہد فقط وہ شان وہ شوکت تمہاری ہے
کہ جس کے حسنِ عالمتاب نے دُنیا سنواری ہے

کوئی واقف اگر ہے تو فقط وہ ذاتِ باری ہے
ابھی تو پردۂ اسرار میں ہستی تمہاری ہے
جسے ہم دیکھتے ہیں اِس جہاں کے گوشے گوشے میں
وہ نقشہ ہے تمہارا اور وہ صورت تمہاری ہے

عطا دردِ محبت نے کیا ہے کیفِ لافانی
تمہارے سوزِ غم نے زندگی میری نکھاری ہے
مِری آنکھوں نے دیکھا ہے تمہارے حسن کا عالم
مِری نظروں کی قسمت جلوۂ رُخ نے سنواری ہے

زباں سے کیا کہیں تم جانتے ہو تم سمجھتے ہو
غمِ فرقت میں ہم نے زندگی کیسے گزاری ہے
خدا رکھے سلامت تا ابد یہ شانِ میخانہ
اَزل سے آج تک ساقی ترا فیضان جاری ہے

ہمارے ہاتھ میں ہے ہاتھ اُس ذاتِ گرامی کا
کہ صادق دین بھی اپنا ہے دُنیا بھی ہماری ہے

حقیقت آشنا ہو کر بھی حیرانی نہیں جاتی
کہوں کیونکر، کہ تیری ذات پہچانی نہیں جاتی

جہاں والوں کی نظروں میں اندھیرے روز افزوں ہیں
جو دِل ہیں تجھ سے روشن اُن کی تابانی نہیں جاتی

اُن آنکھوں کو بھی کچھ نورِ بصیرت بخش دے یارب!
حقیقت جن سے خود اپنی بھی پہچانی نہیں جاتی

زمانے کی کسی شے پر نگاہیں اب نہیں جمتیں
تمہیں دیکھا ہے جب سے میری حیرانی نہیں جاتی

یقینی بات ہے حدِ نظر سے کون گذرے گا
جہاں تم ہو وہاں اِدراکِ انسانی نہیں جاتی

جو فرشِ خاک پر بیٹھے ہوئے ہیں عرشِ اعظم پر
خِرد والوں سے منزل اُن کی پہچانی نہیں جاتی

جبینِ شوق کو وہ خاص نسبت ہے ترے دَر سے
کسی کے سنگِ در تک میری پیشانی نہیں جاتی

مجھے تو اِس قدر احساس ہے اپنے گناہوں کا
خطا بخشی گئی لیکن پشیمانی نہیں جاتی

بَلا کی مستیاں چھائی ہوئی ہیں بادہ خواروں پر
ادائے ساقیٔ محفل بھی پہچانی نہیں جاتی

ہمارے نام سے جام و سبو گردش میں آتے ہیں
ہماری بات میخانے میں کب مانی نہیں جاتی

جہاں والے شناسائی کا دم بھرتے تو ہیں لیکن
جہاں والوں سے میری شکل پہچانی نہیں جاتی

کسی صورت سکونِ زندگی حاصل نہیں ہوتا
یہ کیسا دور آیا ہے پریشانی نہیں جاتی،

یہ کس کی یاد ہے کس کا تصور کس کا غم دل میں
زمانہ ہوگیا اور اشک افشانی نہیں جاتی

کبھی اک آہ سے افلاک کا دل چاک ہوتا ہے
کبھی انسان تک آوازِ انسانی نہیں جاتی

خزاں کا دور ہو یا وہ بہاروں کا زمانہ ہو
جنوں بیدار ہو تو چاک دامانی نہیں جاتی

نہیں معلوم کیسا حادثہ گلشن پہ گذرا ہے
بہاروں کے زمانے میں بھی ویرانی نہیں جاتی

خدا کے روبرو جاکر کہیں گے جو بھی کہنا ہے
یہ دنیا ہے یہاں حق بات بھی مانی نہیں جاتی

ہزاروں آئینوں میں ایک ہی تصویر ہے صادق
کسی صورت مگر وہ شکل پہچانی نہیں جاتی
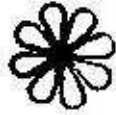
ہر بلائے عشق ہم تک آگئی ۔۔۔ زندگی سیلابِ غم تک آگئی

کس کو ہوتا ہے مُقدر رازِ غم ۔۔۔ شکر ہے نعمت یہ ہم تک آگئی

چھیڑیئے اُس دِلربا کا تذکرہ ۔۔۔ ہر ادا جس کی سِتم تک آگئی

اب ملے گا ہم کو لُطفِ بندگی ۔۔۔ اب جبیں نقشِ قدم تک آگئی

کوُئے جاناں ہے نظر کے سامنے ۔۔۔ جستجو باغِ اِرم تک آگئی

ساقیٔ محفل نگاہِ التفات ۔۔۔ گردشِ ایام ہم تک آگئی

رِندی و مستی ہماری آج کل ۔۔۔ چشمِ ساقی کے بھرم تک آگئی

کون ہوتا ہے پشیماں دیکھئے ۔۔۔ بات اب قول و قسم تک آگئی

چھڑ گئی جب بات ذوقِ عشق کی ۔۔۔ داستاں زلفوں کے خم تک آگئی

بجھ رہی ہے شمعِ ایمان و یقیں ۔۔۔ تیرگی دیر و حرم تک آگئی

دیکھئے دامن نہ جل جائے کہیں ۔۔۔ آگ دل کی چشمِ نم تک آگئی

اب تو اے صادق ہماری معصیت
بخششِ لطف و کرم تک آگئی
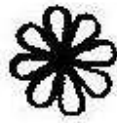
تری محبت میں دیکھ رکھے ہیں سیکڑوں انقلاب ہم نے
مگر بہ فیضِ یقیں گزاری ہے، زندگی کامیاب ہم نے

کلی کلی کو عطا کیا ہے وہ، رنگِ حسن و شباب ہم نے
کہ غنچہ بنا دیا ہے، چمن میں جامِ شراب ہم نے

ہماری آنکھوں میں روزِ اوّل سے آج تک تم ہو جلوہ فرما
ازل کے دن کر لیا تھا دل سے تمہارا ہی انتخاب ہم نے

ہماری نظروں نے دو جہاں میں جدھر بھی دیکھا تمہیں کو پایا
مشاھدے کی بنا پر آخر، اُٹھا دیئے سب حجاب ہم نے

تری عطا، تیری بخششوں پر، ہمیں ہو جتنا بھی ناز کم ہے
کسی پہ دیکھا نہ اِس قدر بھی ترا کرم بے حساب ہم نے

نصیب ہے وہ سرور و مستی، نہ ہو گی جس میں کمی ابد تک
تری نگاہوں کے میکدے سے پیا ہے جامِ شراب ہم نے

تمہیں نگاہوں کا مُدعا ہو، تمہیں خیالوں میں ضوفشاں ہو
تمہاری راہوں میں حسرتوں کے بچھا دیئے ہیں گلاب ہم نے

ہمیں سے ہے بتکدے کی زینت ہمیں سے ہے رونقِ حرم بھی
کہ دیر و کعبہ کی رہگذاروں کو بخش دی آب و تاب ہم نے

ہمارے نغموں کی شورشوں سے تڑپ اٹھی ہے فضائے عالم
جنوں کی مضراب سے جو چھیڑا ہے زندگی کا رباب ہم نے

بجھائی کانٹوں کی پیاس ہم نے، بنایا صحرا کو رشکِ گلشن
جنوں کی سرگرمیوں سے پیدا کیا ہے وہ انقلاب ہم نے

تمہاری نازک خرامیاں بھی ہمیں قیامت سے کم نہیں ہیں
تمہاری رفتار ہی میں دیکھا ہے حشر کا اضطراب ہم نے

تمہاری بخشش کا کیا ٹھکانہ، ہماری جرأت بھی کم نہیں ہے
دیئے ہیں غم بے حساب تم نے، لئے ہیں غم بے حساب ہم نے

"حریمِ نور" اور "نغمۂ روح" و "راہِ صادق" تو چھپ چکے ہیں
"نگارِ صادق" کے نام سے پھر کیا ہے اب انتخاب ہم نے

زبانِ عشق و وفا سے صادق، بیاں کئے ہیں رموزِ ہستی
کبھی کبھی زندگی کے رُخ سے اُلٹ دیا ہے نقاب ہم نے

محبت میں محبت کے جہاں تک کون پہنچے گا
ہمیں پہنچیں گے حدِّ لامکاں تک کون پہنچے گا

تمہاری رہگذر کی کہکشاں تک کون پہنچے گا
جہاں تم جلوہ فرما ہو وہاں تک کون پہنچے گا

بہر عالم تمہیں کو جلوہ فرما دیکھ لیتا ہوں
مرے حسنِ یقیں میرے گماں تک کون پہنچے گا

کسی کو کوئی حسرت ہے کسی کو کوئی ارماں ہے
دل و جاں لے کے تیرے آستاں تک کون پہنچے گا

قریبِ کوئے جاناں راہرو دم توڑ دیتے ہیں
جنونِ عشق تیرے امتحاں تک کون پہنچے گا

کوئی بے ربط کہہ کر چھوڑ دے گا میرا افسانہ
میں دیوانہ ہوں میری داستاں تک کون پہنچے گا

تمہارے عشق سے تمہید ہے میرے فسانے کی
نہ پہنچے تم تو اشکوں کے بیاں تک کون پہنچے گا

چھڑے گا تذکرہ جب بزم میں میری محبت کا
تو محفل میں حدیثِ دیگراں تک کون پہنچے گا

جو مجھکو ڈھونڈنے نکلیں گے کھو جائیں گے وہ خود بھی
جنوں میں میری گردِ کارواں تک کون پہنچے گا

بہر جادہ حوادث کے قیامت خیز طوفاں ہیں
یہ عالم ہے تو منزل کے نشاں تک کون پہنچے گا

ہمارے پاؤں کے چھالے ہی اُنکے کام آئیں گے
بجھانے پیاس کانٹوں کی زباں تک کون پہنچے گا

نشاط آگیں بہاریں آئیں گی ہر سو زمانے میں
دلِ پژمردہ ! تیرے گلستاں تک کون پہنچے گا

یہ دُنیا ہے یہاں سب اپنی اپنی فکر کرتے ہیں
مری بربادیوں کی داستاں تک کون پہنچے گا

ہمارا ہی لہو شامل ہے تعمیرِ گلستاں میں
گلوں کو رنگ دینے گلستاں تک کون پہنچے گا

مرے اشعار میں کیفِ مئے عرفاں ہے اے صادق
تغزّل میں مرے رنگِ بیاں تک کون پہنچے گا

محبت کا رہے گا کیا بھرم جب ہم نہیں ہوں گے
تماشا بن کے رہ جائے گا غم جب ہم نہیں ہوں گے

کسے ہوگا یہاں ارمانِ غم جب ہم نہیں ہوں گے
نہ ہوگا کوئی مرہونِ ستم جب ہم نہیں ہوں گے

بہت پچھتائیں گے اہلِ کرم جب ہم نہیں ہوں گے
کسے بخشیں گے دُنیا بھر کے غم جب ہم نہیں ہوں گے

ابھی تو وقت ہے ہم سے وفاؤں کا سبق لے لو
وفا ہو جائے گی دُنیا میں کم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے تو مذاقِ عشق کا معیار قائم ہے
نہ ہوگا کوئی افسانہ رقم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے داستانِ سرمدؒ و منصورؒ زندہ ہے
رضا پر سر کرے گا کون خم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ہنس کر زخم دِل پر کون کھائے گا
چلے گی کس پہ پھر تیغِ ستم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد یہ ہنگامِ محشر کون دیکھے گا
بنے گا کون تصویرِ اَلَم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں نے آپ کی راہوں کو سجدوں سے سجایا ہے
نہ ہوں گے پھر یہ آدابِ حرم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد کوئی بندۂ بیدام کیا ہوگا
دھرے رہ جائیں گے قول و قسم جب ہم نہیں ہوں گے

ہماری زندگی درسِ عمل ہے اہلِ دُنیا کو
نہ ہو گا پھر کسی کا کچھ بھرم جب ہم نہیں ہوں گے

کچھ ایسے نقش اپنے بعد ہم چھوڑیں گے دُنیا میں
لکھیں گے داستاں اہلِ قلم جب ہم نہیں ہوں گے

زبانِ خلق پہ ہو گا ہمارے غم کا افسانہ
جہاں کو یاد پھر آئیں گے ہم جب ہم نہیں ہوں گے

ہماری خامشی میں سیکڑوں اسرار پنہاں ہیں
ہمیں روئیں گے اربابِ ستم جب ہم نہیں ہوں گے

ہماری زندگی حامِل ہے اسرارِ محبت کی
ملیں گے کب امینِ درد و غم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے پیروی منسوب ہے اہلِ محبت کی
نہ چھوڑے گا کوئی نقشِ قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے ہے یہ قدر و منزلت شیخ و برہمن کی
نہ ہوگی حرمتِ دیر و حرم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے خلق سے قائم وقارِ آدمیت ہے
نہ ہوگی آدمیت محترم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد معمارِ محبت کون آئے گا
نہ ہوگا پھر زمانہ یوں بہم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے ہی لہو سے تازگی غنچوں نے پائی ہے
نہ ہوگا یہ چمن رشکِ ارم جب ہم نہیں ہوں گے

ابھی اس راز کو سمجھے نہیں اہلِ گلستاں بھی
بہت درپیش آئیں گے الم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے دم سے ہیں اہلِ جنوں دشت و بیاباں میں
اکھڑ جائیں گے اُن کے بھی قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہزاروں راہرو گم ہو کے رہ جائیں گے راہوں میں
بڑھیں گے منزلوں کے پیچ و خم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ایسا انقلاب آئے گا دُنیا میں
سکوں حاصل نہ ہوگا محترم جب ہم نہیں ہوں گے

یہاں تو تشنگی میں بھی نہ ساقی سے شکایت کی
رہے گا میکدے کا کیا بھرم جب ہم نہیں ہوں گے

مئے عشرت کے بدلے زہر پی کر شادماں ہم ہیں
پیئے گا کون یوں ساغر سے سم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ذوقِ میکشی کس کو عطا ہوگا
بہک جائیں گے رِندوں کے قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے ہی تصرّف سے نجومِ چرخ روشن ہیں
نہ کوئی دِل بنے گا جامِ جم جب ہم نہیں ہوں گے

نمایاں ہو گی اربابِ حرم کی مصلحت بینی
بجھا دیں گے یہی شمعِ حرم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے ہے یہ حسنِ عہد و پیماں رسمِ دِلداری
نہ ہوں گے معتبر قول و قسم جب ہم نہیں ہوں گے

ازل سے آشنا اب تک مزاجِ حسن سے ہم ہیں
نہ سلجھیں گے کبھی زلفوں کے خم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارا ہی تو کاسہ ہے بھرم تیری سخاوت کا
نہ ہوں گے طالبِ لطف و کرم جب ہم نہیں ہوں گے

ابھی تو دیکھ کر ہم کو تم آنکھیں پھیر لیتے ہو
رہیں گے درد بن کر دِل میں ہم جب ہم نہیں ہوں گے

مٹاتے ہو مٹا ڈالو خرامِ ناز سے لیکن
نہ روکے سے رُکیں گے اشکِ غم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں تو منزلِ صبر و رضا کے آج رہبر ہیں
رہے گا کون پھر ثابت قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں نے تو سنوارے ہیں ہمیشہ کاکلِ ہستی
پڑیں گے کاکلِ ہستی میں خم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں سے مُطربِ نغمہ سرا کی قدر و قیمت ہے
نہ ہوں گے ساز میں یہ زیر و بم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں تک جاں نثاری بھی ہے منزل آشنائی کی
نہیں پہنچیں گے منزل تک قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ساحل تک کوئی کشتی نہ پہنچے گی
نئے اُبھریں گے طوفاں دم بہ دم جب ہم نہیں ہوں گے

اُمیدوں کے سفینے ڈوب جائیں گے کنارے پر
اُٹھیں گے اِس طرح طوفانِ غم جب ہم نہیں ہوں گے

چراغِ راہِ منزل بن کے چمکے گا اندھیروں میں
ہمارا ایک ایک نقشِ قدم جب ہم نہیں ہوں گے

ہمیں نے بے بہا موتی بھرے ہیں اُس کے دامن میں
ہمیں رویا کرے گی شامِ غم جب ہم نہیں ہوں گے

حقیقت میں بیاں جو کچھ کیے رازِ نہاں ہم نے
سمجھ میں آئیں گے اے محترم جب ہم نہیں ہوں گے

نہاں ہو جائے گا خورشیدِ بتخانہ بھی اے صادق
عیاں ہو گا نہ مہتابِ حرم جب ہم نہیں ہوں گے

حجاباتِ نظر ہم نے اُٹھا رکھے ہیں اے صادق
نہ دیکھے گا کوئی رُوئے صنم جب ہم نہیں ہوں گے

حرفِ گذارش

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں وہ ہی قادرِ مطلق ہے۔ تمام جن وانس کو
[...]ذنِ گویائی دینے والی پاک ہے ذاتِ باری تعالیٰ بے حد درود وسلام احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو کل انسانیت کیلئے رحمت اور شمعِ ہدایت ہیں لامتناہی عقیدتوں
کا نذرانہ حضرت باباجی کے حضور جن کا عارفانہ کلام "منظوم" دلوں کو فرحت اور ایمان کو تازگی
بخشتا ہے۔ بے حد عاجزانہ اظہارِ تشکر حضور بابا صادق دہلوی کے روح مقدس کی خدمت میں جن کے
حکم اور اجازت سے بندہ کو اس کلام کو اپنے پیر بھائیوں تک پہنچانے کی اجازت ملی اور درج ذیل کتب
کی اشاعت کا بھی بندہ ناچیز کو استحقاق عطا فرمایا:

(1) نگارِ صادق زیرِ نظر مجموعہ کلام (2) تحفۂ روح (3) حریمِ نور (4) شمعِ محبت
(5) راہِ صادق (6) خضرِ منزل (7) فیضان

انشاءاللہ تعالیٰ بہت جلد یہ کتب بھی دیدہ زیب رنگوں کے امتزاج
کے ساتھ آپ کے مطالعہ کے لیے پیش کی جارہی ہیں۔

آپ سے تعاون کی اپیل ہے۔ آپ کا تعاون آپ کی عقیدتوں کے حوالے
سے باباحضور کی خدمت میں قبول ہو۔

آپ کی دعاؤں کا طالب

فقیر **عبداللطیف خان** ساکن کچی آبادی صدیقی مسجد ارجن روڈ
گلی نمبر ۳۱ مکان ۹/۱۶۔ اسلام پورہ لاہور